مسئلہ توسّل و اِستعانت کی تحقیق

اِحقاقِ حق

تالیف

سیف اللہ المسلول سیّدنا شاہ

فضل رسول قادری بدایونی قدس سرہٗ

ترجمہ، تخریج، تحقیق

نبیرۂ مصنف مولانا السید الحاج محمد عاصم قادری

فاضل جامعۃ الازہر (مصر)

ناشر:

تاج الفحول اکیڈمی بدایوں

مسئلہ توسّل و استعانت کی تحقیق

اِحقاقِ حق

تالیف

سیف اللہ المسلول سیدنا شاہ

فضل رسول قادری بدایونی قدس سرہ

ترجمہ، تخریج، تحقیق

نبیرۂ مصنف مولانا السید الحق محمد عاصم قادری

فاضل جامعۃ الازہر (مصر)

ناشر: تاج الفحول اکیڈمی بدایوں

تقسیم کار: مکتبہ جام نور دہلی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

کتاب	:	احقاق حق
مصنف	:	سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی
ترجمہ و تحقیق	:	اسید الحق محمد عاصم قادری
تبییض و تصحیح	:	دلشاد احمد قادری (متعلم شعبۂ تحقیق مدرسہ قادریہ، بدایوں)
طبع اول	:	(فارسی) ۱۲۶۵ھ تقریباً
طبع جدید	:	محرم ۱۴۲۸ھ/جنوری ۲۰۰۷ء
تعداد	:	۱۱۰۰
صفحات	:	۱۵۵
کمپوزنگ	:	جام نور کمپیوٹر، دہلی
ناشر	:	تاج الفحول اکیڈمی
قیمت	:	
تقسیم کار	:	مکتبہ جام نور، دہلی

ملنے کے پتے

۱:- تاج الفحول اکیڈمی، مدرسہ قادریہ، بدایوں
۲:- مکتبہ جام نور، ۴۲۲ مٹیا محل، دہلی-۶
۳:- شوقین بکڈپو، گھنٹہ گھر، بدایوں

انتساب

اپنے والد، استاذ، مربی، اور شیخ

جامع شریعت وطریقت

حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری

(زیب سجادہ آستانہ عالیہ قادریہ بدایوں)

کی

خدمت میں

جن کی تربیت، توجہات اور دعاؤں نے مجھے اس علمی خدمت کے لائق بنایا

شمع نظر خیال کے انجم جگر کے داغ
جتنے چراغ ہیں تری محفل سے آئے ہیں

طالب دعا

اسید الحق محمد عاصم قادری

عرض ناشر

عرس قادری ۱۴۲۸ھ کے مبارک و مسعود موقع پر یہ کتاب آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے ارکان تاج الفحول اکیڈمی فخر و مسرت کے جذبات سے سرشار ہیں- زائرین عرس قادری کی خدمت میں یہ ایک بہترین تحفہ ہے-

اکابر آستانہ قادریہ بدایوں شریف کی دینی اور علمی خدمات ہماری تاریخ کا ایک روشن باب ہیں، عرصہ سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ ان علمی خدمات اور تحقیقی فن پاروں کو دوبارہ منظر عام پر لایا جائے- اس سلسلہ میں کام کا آغاز اس وقت ہوا جب ادارہ مظہر حق بدایوں نے حضرت سیف اللہ المسلول کی تصنیف لطیف سیف الجبار شائع کی- اس کے بعد حضرت تاج الفحول کی کتاب "تصحیح العقیدہ" کو تاج الفحول اکیڈمی نے شائع کرنے کا شرف حاصل کیا- مگر ضرورت اس بات کی تھی کہ ان کتابوں کو آسان اسلوب، جدید تحقیقی انداز اور عصر حاضر کے طباعتی اور اشاعتی تقاضوں کے مطابق منظر عام پر لایا جائے- اس سلسلہ میں کافی غور وخوض کیا گیا اور آخر کار- ع

جز قیس اور کوئی نہ آیا بروئے کار

اس علمی خدمت کا "قرعۂ فال" مخدوم گرامی صاحبزادہ مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری صاحب مدظلہ کے نام نکلا- اور ایسا کیوں نہ ہوتا کیونکہ یہ ان کا فرض بھی ہے اور حق بھی، فرض تو اس لئے کہ وہ ان اکابر کے علمی جانشین، ان کی بصیرتوں کے امین و وارث اور اس خانوادے کے چشم و چراغ ہیں اور حق اس لئے کہ ان علمی فن پاروں کی تسہیل، تخریج اور تحقیق کا حق ادا کرنا انہی کے تحقیقی قلم کا حصہ ہے، زیر نظر کتاب کی تخریج و تحقیق دیکھ کر قارئین اس کا اندازہ کر سکتے ہیں-

اب کام کا آغاز ہو چکا ہے، یہ نقش اول ہے، بہت جلد ہم حضرت سیف اللہ المسلول کی دو اور کتابیں منظر عام پر لانے والے ہیں-

عبدالقیوم قادری راجی

خادم آستانہ قادریہ

جنرل سکریٹری تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں

ابتدائیہ

زیر نظر کتاب کا پورا نام ''احقاق الحق وابطال الباطل'' ہے، اصل رسالہ فارسی میں ہے، یہ کتاب کس سن میں تالیف کی گئی اور پہلی بار کب شائع ہوئی اس بارے میں یقین سے کوئی بات نہیں کہی جا سکتی، ایک اندازے کے مطابق یہ ۱۲۶۵ھ کے آس پاس کی تالیف ہے، ہمارے سامنے جو نسخہ ہے وہ مصنف کی کتاب ''البوارق المحمدیہ'' کے حاشیہ پر شائع ہوا ہے، مگر اس میں سن طباعت کا ذکر نہیں ہے، البتہ دو باتیں قابل توجہ ہیں:

الف: یہ اشاعت فاضل مصنف کی وفات (۱۲۸۹ھ) کے بعد کی ہے، کیونکہ آخر میں مصنف کے حالات درج کئے گئے ہیں جن میں ان کی وفات کا تذکرہ بھی ہے۔

ب: یہ کتاب کی پہلی اشاعت نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے بھی کتاب طبع ہو چکی تھی، اس نسخہ کے ''خاتمۃ الطبع'' سے یہی اشارہ ملتا ہے۔

جن صاحب سے خط و کتابت اس کتاب کی تالیف کا سبب بنی وہ حیدر علی بن عنایت علی بن فضل علی حسنی دہلوی ہیں۔ یہ دہلی میں پیدا ہوئے اور ایک زمانہ تک رامپور اور ٹونک میں قیام پذیر رہے، اس لئے اکثر ان کے نام کے ساتھ رامپوری اور ٹونکی بھی لکھا جاتا ہے، علامہ رستم علی رامپوری، اور علامہ مبین بن محب اللہ لکھنوی وغیرہ سے اخذ علم کیا، سید احمد رائے بریلوی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی، اسی وجہ سے سید صاحب اور شاہ اسماعیل دہلوی کے دفاع اور حمایت میں متعدد کتابیں اور

رسائل تصنیف کیے، استاذ مطلق علامہ فضل حق خیرآبادی کی کتاب ''تحقیق الفتویٰ'' کے رد میں موصوف نے رسالہ ''کلام الفاضل الکبیر'' تحریر کیا۔ انہوں نے حضرت سیف اللہ المسلول کے رد میں بھی رسائل لکھے جن میں علمی خیانتوں اور غیر تحقیقی و غیر علمی اسلوب کے ساتھ ساتھ نہایت سوقیانہ زبان استعمال کی ہے، زیر نظر کتاب ''احقاق حق'' کے جواب میں بھی مولانا حیدر علی ٹونکی نے ایک رسالہ تصنیف کیا تھا جس کے جواب میں حضرت سیف اللہ المسلول نے ''تلخیص الحق'' کے نام سے کتاب تصنیف فرمائی اور تحقیق کا حق ادا کر دیا۔

مولانا حیدر علی ٹونکی کی وفات ۱۲۷۳ھ میں ٹونک میں ہوئی۔

(دیکھئے: نزهة الخواطر: ج ۷/ص ۱۷۲، ۱۷۳۔ سید عبدالحی لکھنوی: مکتبہ دار عرفات، رائے بریلی، ۱۹۹۲ء)

ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنے کے لئے دونوں زبانوں پر قدرت ضروری ہے، مگر یہاں یہ حال ہے کہ اردو جو اپنی مادری زبان ہے ابھی اسی میں ''شین قاف'' درست نہیں ہیں تا بہ فارسی چہ رسد؟ بہر حال ترجمہ جیسا بھی ہے آپ کے سامنے ہے، ایک قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ یہ لفظی اور حرفی ترجمہ نہیں ہے بلکہ اگر اس کو تلخیص واختصار کہا جائے تو شاید زیادہ مناسب ہوگا، اس لئے اصل کتاب کی ہر عبارت اور ہر لفظ کا ترجمہ میں پایا جانا ضروری نہیں ہے۔

کتاب میں اگر کوئی دلیل ناقص ہو، کوئی مسئلہ غیر واضح ہو یا کوئی عبارت گنجلک ہو تو یہ میری قصور فہم کا نتیجہ ہے، اس لئے کہ یا تو میں اصل عبارت کو پوری طرح سمجھ نہیں سکا، یا پھر اردو میں اس کی مناسب تعبیر نہیں کر سکا، مصنف رحمۃ اللہ علیہ پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی، وہ اس سے بری ہیں، اور ان کا دامن ایسے کسی بھی عیب سے پاک ہے۔

تخریج وتحقیق کے سلسلے میں چند باتیں قابل ذکر ہیں:

الف: احادیث کی تخریج کے ذیل میں حتی الامکان ان کے حکم اور درجہ کی طرف بھی اشارہ کردیا گیا ہے۔

ب: بہت سے مقامات پر مصنف نے احادیث یا علما کی عبارتوں کا تلخیصی ترجمہ درج کیا تھا، ان کی اصل عربی غالباً طوالت کے خوف سے قلم انداز فرمادی تھی، ہم نے اصل ماخذ کی طرف رجوع کرکے وہ اصل عربی یا فارسی عبارتیں متن میں درج کردی ہیں۔

ج: تخریج وتحقیق میں اگر کوئی خوبی ہے تو وہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی تصرف اور میرے بزرگوں کی دعاؤں کا اثر ہے، اور اگر کہیں قلم نے ٹھوکر کھائی ہو یا کوئی علمی اور تحقیقی سہو ہوا ہو تو یہ سراسر میری کم علمی اور بے بضاعتی کا نتیجہ ہے۔ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا أو أخطأ نا۔

۲۲ جون، ۲۰۰۶ء سے ۳۰ جون تک میں برادر طریقت آویز خاں قادری صاحب کی حویلی (موضع رائے پور، ضلع فرخ آباد) میں قیام پذیر رہا، اس ایک ہفتے میں دو کتابوں کے ترجمہ اور تسہیل کا کام کیا، ایک تو یہی زیر نظر کتاب اور دوسری "فوز المؤمنین بشفاعة الشافعين" جو عنقریب منظر عام پر آنے والی ہے، ان دونوں کتابوں کی تخریج اور تحقیق کا کام ابھی جنوری ۲۰۰۷ء میں مدرسہ قادریہ بدایوں میں کیا گیا۔ آویز خاں صاحب کی حویلی کا آستانہ قادریہ سے بڑا پرانا رشتہ ہے، حضرت تاج الفحول رحمۃ اللہ علیہ بھی اس حویلی میں قیام فرما چکے ہیں۔ اس دینی کام کے دوران برادرم آویز خاں اور ان کے اہل خانہ نے خلوص ومحبت کے ذریعہ اس قدیمی رشتہ کا حق ادا کردیا، جس کی وجہ سے میں نے نہایت یکسوئی اور سکون واطمنان سے یہ کام کیا، رب مقتدر ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

کتاب کی تبییض، تصحیح، تخریج کے لئے کتابوں کی چھان پھٹک، اور عبارتیں تلاش

کرنے کا مشکل کام، ان تمام امور میں مولانا مجاہد حسین صاحب (مدرس مدرسہ قادریہ) اور عزیزم مولانا دلشاد احمد قادری (طالب علم شعبۂ تحقیق مدرسہ قادریہ) نے ہر طرح کا تعاون کیا، اور میرے ساتھ بڑی محنت کی، ان کی محنت اور تعاون کا اعتراف نہ کرنا بڑی ناانصافی ہوگی۔ میں ان دونوں حضرات کی عمر، علم، اور عمل میں ترقی اور برکت کے لئے دعا گو ہوں۔

محب گرامی مولانا خوشتر نورانی اور مکتبہ جام نور کے تمام کارکنان کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے کہ انہوں نے کتاب کی کمپوزنگ اور طباعت واشاعت میں غیر معمولی دلچسپی دکھائی۔

اسید الحق محمد عاصم قادری

مدرسہ قادریہ بدایوں

۴؍محرم الحرام ۱۴۲۸ھ، ۲۴؍جنوری ۲۰۰۷ء

تعارف مصنف

مکتبہ رضویہ لاہور نے ۱۹۷۲ء میں سیف الجبار شائع کی تھی، علامہ شرف صاحب نے یہ تعارف بطور مقدمہ اس کے لئے تحریر فرمایا تھا۔تعارف بہت جامع ہے، اس لئے نیا تعارفی مضمون لکھنے کے بجائے میں نے اسی کو شامل کرنا زیادہ مناسب سمجھا (اسید الحق)

از: محقق عصر علامہ عبدالحکیم شرف قادری، لاہور، پاکستان

آپ معقول ومنقول کے جامع اور شریعت وطریقت کے شیخ کامل تھے۔عمر عزیز کا بہت بڑا حصہ خلق خدا کے جسمانی وروحانی امراض کے علاج میں صرف کیا۔ ان گنت افراد آپ سے فیضیاب ہوئے، اس کے علاوہ تحریر وتقریر کے ذریعے مسلک اہل سنت وجماعت کے تحفظ کے لئے قابل قدر کوششیں کیں۔

اس دور میں کچھ لوگ محمد بن عبد الوہاب نجدی کی ''کتاب التوحید'' سے بری طرح متاثر ہو گئے اور شیخ محقق شیخ عبد الحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدست اسرارہم کے مسلک سے منحرف ہو کر فتنۂ نجدیت کو پھیلانے میں بڑے زور وشور سے مصروف ہو گئے۔اِس فتنے کے سد باب کے لئے علمائے اہل سنت نے اپنی اپنی جگہ قابل قدر کوششیں کیں، جن میں استاذ مطلق مولانا محمد فضل حق خیر آبادی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے بھتیجے اور شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کے صاحبزادے مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی، مولانا محمد موسیٰ دہلوی، مولانا

منورالدین دہلوی (مولانا ابوالکلام آزاد کے والد کے نانا) اور معین الحق شاہ فضل رسول القادری وغیرہم نے نمایاں طور پر احقاق حق کا فریضہ ادا کیا- بے شمار سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان کا تحفظ فرمایا اور لاتعداد افراد کو راہ راست دکھائی- مولوی محمد رضی الدین بدایونی لکھتے ہیں:

''بالخصوص ہنگام اقامت ملک دکن میں وہا بیہ وشیعہ بکثرت آپ کے دست مبارک پر تائب ہوکر شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور نیز جماعت کثیر مشرکین کو آپ کی ہدایت و برکت سے شرف اسلام حاصل ہوا تمام مشائخ کرام وعلمائے عظام بلاد اسلام کے آپ کو آپ کے عصر میں شریعت وطریقت کا امام مانتے ہیں''-(۱)

آپ کا سلسلۂ نسب والد ماجد کی طرف سے جامع القرآن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اور والدہ ماجدہ کی طرف سے رئیس المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک پہنچتا ہے- آپ کے والد ماجد مولانا شاہ عین الحق عبدالمجید قدس سرہ العزیز (م:۱۲۶۳ھ) کے ہاں متواتر صاجزادیاں پیدا ہوئیں، لہٰذا آپ کی والدہ ماجدہ بہ کمال اصرار کہا کرتی تھیں کہ مرشد برحق شاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں نرینہ اولاد کی دعاء کے لئے گزارش کریں، لیکن شاہ عین الحق پاس ادب کی بنا پر ذکر نہ کرتے- جب حضرت شاہ فضل رسول کی ولادت کا زمانہ قریب آیا تو حضرت شاہ آل احمد اچھے میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود فرزند کے پیدا ہونے کی بشارت دی-(۲)

چنانچہ ماہ صفر المظفر ۱۲۱۳ھ/ ۹-۱۷۹۸ء میں آپ کی ولادت ہوئی-(۳) حضرت اچھے میاں کے ارشاد کے مطابق آپ کا نام فضل رسول رکھا گیا اور تاریخی نام

(۱) محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین: حصہ اول، مطبوعہ نظامی پریس، بدایوں ۱۹۴۵ء، ص ۲۵۵
(۲) ایضاً: ص ۲۵۰
(۳) رحمان علی، تذکرہ علماء ہند: (اردو) مطبوعہ کراچی، ص ۳۸۰

ظہور محمدی منتخب ہوا-(۴)

صرف ونحو کی ابتدائی تعلیم جدامجد مولانا عبدالحمید سے اور کچھ والد ماجد مولانا شاہ عبدالمجید سے حاصل کی- بارہ برس کی عمر میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے پا پیادہ لکھنؤ کا سفر کیا اور فرنگی محل لکھنؤ میں ملک العلماء بحر العلوم قدس سرہ کے جلیل القدر شاگرد مولانا نور الحق قدس سرہ (م:۱۲۳۸ھ / ۱۸۲۲ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے-مولانا نے خاندانی عزت وعظمت اور ذہانت کے پیش نظر اپنی اولاد سے زیادہ توجہ مبذول فرمائی، حتیٰ کہ آپ چار سال میں تمام علوم وفنون سے فارغ ہوگئے-(۵)

جمادی الاخریٰ ۱۲۲۸ھ کو حضرت مخدوم شاہ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار کے سامنے عرس کے موقع پر مولانا عبدالواسع لکھنوی، مولانا ظہور اللہ فرنگی محلی اور دیگر اجلۂ علماء کی موجودگی میں رسم دستار بندی ادا کی اور وطن جانے کی اجازت دی-(۶) وطن آکر مارہرہ شریف حاضر ہوئے-حضور اچھے میاں آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور دعائیں دے کر فرمایا: "اب فن طب کی تکمیل کر لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری ذات سے ہر طرح کا دینی ودنیاوی فیض جاری کرنا منظور ہے"-چنانچہ آپ نے دھول پور میں حکیم ببر علی موہانی سے طب کی تکمیل کی-

ابھی آپ دھول پور ہی تھے کہ حضور اچھے میاں قدس سرہ کے انتقال پر ملال کا سانحہ پیش آ گیا- وصال سے قبل تنہائی میں شاہ عین الحق عبدالمجید قدس سرہ کو طلب فرما کر طرح طرح کی بشارتوں سے نوازا- اور شاہ فضل رسول قادری کے دست شفا کی

(۴) محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین، ص۲۵۰ (نوٹ) تذکرہ علماء ہند مطبوعہ کراچی میں تاریخی نام ظہور محمد غلط لکھا ہے کیونکہ اس کے مطابق سن ولادت ۱۲۰۳ ہونا چاہئے تاریخی نام ظہور محمدی ۱۲۱۳ھ ہے

(۵) ایضاً: ص۲۵۱

(۶) ماہنامہ پاسبان، الہ آباد، امام احمد رضا نمبر (مارچ واپریل ۱۹۶۲ء، ص۴۸)

مبارک باد دی۔(۷)

والد ماجد کے بلانے پر دھول پور سے واپس وطن پہنچے اور مدرسہ قادریہ کی بنیاد رکھی، جہاں سے اہل شہر کے علاوہ دیگر بلاد کے لوگوں نے بھی فیض حاصل کیا، پھر صلۂ رحمی کے خیال سے ملازمت کا ارادہ کیا۔ ریاست بنارس وغیرہ میں قیام کیا، لیکن درس وتدریس کا سلسلہ کہیں منقطع نہ ہوا۔

اس عرصے میں کئی بار والد ماجد کی خدمت میں بیعت کی درخواست کی، ہر دفعہ معاملہ دوسرے وقت پر ٹال دیا جاتا۔ بالآخر معلوم ہوا کہ مقصد یہ ہے کہ جب تک دنیاوی تعلق ختم نہیں کیا جاتا، حصول مقصد میں تاخیر رہے گی، چنانچہ تعلقات دنیاویہ ختم کر کے حاضر ہوئے اور حصول مدعا کی درخواست کی والد ماجد نے قبول فرما کر ''فصوص الحکم شریف'' اور ''مثنوی مولانا روم'' کا بالاستیعاب درس دیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ پر جذب کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اکثر اوقات ہولناک جنگلوں میں گزارتے کئی سال تک یہ حالت رہی پھر جا کر سلوک کی طرف رجوع ہوا۔(۸)

آپ کو والد گرامی کی طرف سے سلسلۂ عالیہ قادریہ کے علاوہ سلسلۂ چشتیہ، نقشبندیہ، ابوالعلائیہ اور سلسلۂ سہروردیہ میں اجازت وخلافت حاصل تھی۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار اقدس پر معتکف تھے کہ اچانک مدینہ طیبہ کی زیارت کا شوق ایسا غالب ہوا کہ سفر کے خرچ کی فکر کیے بغیر پیادہ پا بمبئی روانہ ہوگئے۔ دو ماہ کا سفر تائید ایزدی سے اس قدر جلد طے ہوا کہ آپ ساتویں دن بمبئی پہنچ گئے حالاں کہ زخموں کی وجہ سے کچھ وقت راستے میں قیام بھی کرنا پڑا۔

بمبئی سے سفر مبارک کی اجازت حاصل کرنے کے لئے والد ماجد کی خدمت

(۷) محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین: ص ۲۵۱

(۸) ایضاً: ص ۲۵۲

میں عریضہ لکھا انہوں نے بہ کمال خوشی اجازت مرحمت فرمائی- حرمین شریفین پہنچنے کے بعد عبادت وریاضت کے شوق کو اور جلا ملی- شب وروز یاد الٰہی میں بسر کئے اور خلق خدا کی خدمت کے لئے پوری طرح کمر بستہ رہے-

مولوی رضی الدین بدایونی لکھتے ہیں:

''جو کچھ ریاضتیں آپ نے ان اماکن متبرکہ میں ادا فرمائیں بجز قدماء اولیاء کرام کے دوسرے سے مسموع نہ ہوئیں- حرمین شریفین کی راہ میں پیادہ پا سفر فرمایا اور تیموں مسکینوں کے آرام پہنچانے میں اپنے اوپر ہر قسم کی تکلیف گوارا کی- (۹)

اسی مبارک سفر میں حضرت شیخ مکہ عبداللہ سراج اور حضرت شیخ مدینہ عابد مدنی سے علم تفسیر وحدیث میں استفادہ کیا، اسی سال کامل جذب وارادت سے بغداد شریف حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضۂ مبارکہ پر حاضر ہوئے اور بیشمار فیوض وبرکات حاصل کئے- درگاہ غوثیہ کے سجادہ نشین نقیب الاشراف حضرت سید علی الگیلانی نے آپ کو از خود اجازت وخلافت مرحمت فرمائی (۱۰) اور ان کے بڑے صاحبزادے حضرت سید سلمان نے آپ کے تلمذ کا شرف حاصل کیا اور اجازت حاصل کی- (۱۱)

جب آپ واپس وطن پہنچے تو والد ماجد اسی سال کی عمر میں حرمین شریفین کی زیارت کا قصد فرما کر بمقام بڑودہ پہنچ چکے تھے، حاضر ہو کر گزارش کی کہ اس عمر میں آپ نے اس قدر طویل سفر کا ارادہ فرمایا ہے، لہٰذا میں مفارقت گوارا نہیں کرسکتا- وہیں سے والدہ ماجدہ کی خدمت میں عریضہ لکھ کر اجازت طلب کی اور والد ماجد کے ساتھ پھر سوئے حرمین شریفین روانہ ہو گئے اس سفر میں عبادات وریاضات

---

(۹) رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین: ص ۲۵۳

(۱۰) رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند: مطبوعہ کراچی، ص ۳۸۰

(۱۱) رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین: ص ۲۵۳

کے علاوہ والد مکرم کی خدمت کا حق ادا کر دیا اور ان کی دعاؤں سے پوری طرح بہرہ ور ہوئے۔(۱۲)

مولانا کی ذات والا صفات مرجع انام تھی ان کے پاس کوئی علاج معالجے کے لئے آتا اور کوئی مسائل شریعت دریافت کرنے حاضر ہوتا۔ کوئی ظاہری علوم کی گتھیاں سلجھانے کے لئے شرف باریابی حاصل کرتا تو کوئی باطنی علوم کے عقدے حل کرانے کی غرض سے دامن عقیدت وا کرتا۔ غرض وہ علم وفضل کے نیرّ اعظم اور شریعت و طریقت کے سنگم تھے، جہاں سے علم وعرفان کے چشمے پھوٹتے تھے وہ ایک شمع انجمن تھے، جن سے ہر شخص اپنے ظرف اور ضرورت کے مطابق کسب ضیا کرتا تھا۔

ذیل میں وہ استفتاء نقل کیا جاتا ہے جو ہند کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کے دربار سے بعض اختلافی مسائل کی تحقیق کے لئے مولانا شاہ فضل رسول قادری کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا، اصل استفتا، طویل اور فارسی میں ہے، لہٰذا اختصار کے ساتھ اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:۔

استفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس شخص کے متعلق جو یہ کہتا ہے کہ دن متعین کر کے محفل میلاد شریف منعقد کرنا گناہ کبیرہ ہے اور محفل مولود شریف میں قیام کرنا شرک ہے اور فاتحہ کرنا طعام وشیرینی پر حرام ہے اور اولیاء اللہ سے مراد چاہنا شرک ہے اور حسب قدیم ختم میں پانچ آیتوں کا پڑھنا بدعت سیۂ ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا معجزہ حق نہیں ہے اور کہتا ہے کہ تعزیہ کا بالقصد یا بلا قصد دیکھنا کفر ہے اور ہولی دیکھنا اور دسہرے میں سیر کرنا اگرچہ

(۱۲) ایضاً

بلا ارادہ ہو تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی عورت پر طلاق ہو جائے گی اور کعبہ شریف و مدینہ منورہ کے خطہ میں کوئی بزرگی نہیں ہے اس وجہ سے کہ اس زمین میں ظلم ہوا ہے اور سننے میں آیا ہے کہ وہاں کے باشندگان ظالم ہیں- مدینہ منورہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا اور مکہ معظمہ میں عبداللہ ابن زبیر کو قتل کیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ سے باہر کیا-

پس ایسی صورت میں ان لوگوں کی اقتدا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا مسلمانوں کو ان سے بیعت ہونا درست ہے یا نہیں؟ اور شرع شریف کا ایسے لوگوں پر کیا حکم ہے و نیز ان کے متبعین پر کیا حکم ہے- فقط

نقل مہر حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی بادشاہ دین پناہ وفقه الله لما يحبه و يرضاه-

محمد بہادر شاہ، بادشاہ غازی، ابوظفر سراج الدین

حضرت سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول قادری نے پندرہ صفحات میں تفصیل سے جواب لکھا اور مسلک اہل سنت و جماعت کو دلائل سے بیان کیا اس فتویٰ پر اجلۂ علماء نے تصدیقی دستخط فرمائے-(۱۳)

آپ نے خدمت خلق، عبادت و ریاضت، درس و تدریس، وعظ و تبلیغ کے مشاغل کے باوجود تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ فرمائی- سفر و حضر میں آپ کا دریائے فیض کمال استحضار کے ساتھ جاری رہتا- آپ نے اعتقادیات، درسیات، طب اور فقہ و تصوف میں قابل قدر کتابیں لکھی ہیں- مشہور تصانیف درج ذیل ہیں:

۱:- سیف الجبار

۲:- بوارق محمدیہ

(۱۳) [یہ تاریخی فتویٰ تسہیل، تخریج، تحقیق اور نئی آب و تاب کے ساتھ عنقریب منظر عام پر آنے والا ہے-(اسید الحق)]

۳:- تصحیح المسائل

۴:- المعتقد المنتقد

۵:- فوز المومنین

۶:- تلخیص الحق

۷:- احقاق الحق

۸:- شرح فصوص الحکم

۹:- رسالۂ طریقت

۱۰:- حاشیہ میرزاہد بر رسالہ قطبیہ

۱۱:- حاشیہ میرزاہد ملا جلال

۱۲:- طب الغریب

۱۳:- تثبیت القدمین

۱۴:- شرح احادیث ملتقطة ابواب صحیح مسلم

۱۵:- فصل الخطاب

۱۶:- حرز معظم

چند کتب کا قدرے تفصیلی تعارف

۱:- المعتقد المنتقد: (عربی) عقائد اہل سنت پر نہایت اہم کتاب ہے اس میں بعض نئے اٹھنے والے فتنوں کی بھی سرکوبی کی گئی ہے۔ مکہ معظمہ میں ایک بزرگ کی فرمائش پر لکھی اس پر بڑے بڑے نامور علماء مثلاً مجاہد آزادی استاذ مطلق مولانا محمد فضل حق خیر آبادی، مفتی محمد صدر الدین خاں آزردہ صدر الصدور دہلی، شیخ المشائخ مولانا شاہ احمد سعید نقشبندی اور مولانا حیدر علی فیض آبادی مؤلف منتہی الکلام وغیرہم نے گرانقدر تقریظیں لکھیں اور نہایت پسندیدگی کا اظہار کیا۔

مولانا حکیم محمد سراج الحق خلف الرشید مجاہد عظیم مولانا فیض احمد بدایونی نے اس پر حاشیہ لکھا اور جب یہ کتاب پٹنہ سے شائع ہوئی تو اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی نے ''المعتمد المستند بناء نجاة الابد'' کے نام سے قلم برداشتہ نہایت وقیع حاشیہ تحریر کیا۔ المعتقد المنتقد اس لائق ہے کہ اسے درسیات میں شامل کیا جائے، مکتبہ حامدیہ، گنج بخش روڈ لاہور کی طرف سے جدید آب و تاب سے شائع ہو چکی ہے۔

۲:- بوارق محمدیہ المعروف بہ سوط الرحمٰن علی قرن الشیطان (فارسی) مولوی محمد رضی الدین اس کی تصنیف کا باعث یوں بیان کرتے ہیں:

''بالخصوص رد وہابیہ میں جس قدر بلیغ کوشش بحکم اولیاء کرام آپ نے فرمائی وہ مخفی نہیں ہے، چنانچہ جب آپ بمقام دہلی روضۂ حضرت خواجۂ خواجگاں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر مراقب تھے، عین مراقبہ میں آپ نے دیکھا کہ حضور جناب خواجہ صاحب رونق افروز ہیں اور دونوں دست مبارک پر اس قدر کتابوں کا انبار ہے کہ آسمان کی طرف حد نظر تک کتاب پر کتاب نظر آتی ہے، آپ نے عرض کیا کہ اس قدر تکلیف حضور نے کس لئے گوارا فرمائی ہے۔ ارشاد ہوا کہ تم یہ بار اپنے ذمہ لے کر شیاطین وہابیہ کا قلع قمع کرو۔ بہ مجرد اس ارشاد مبارک کے آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور تعمیل ارشاد والا ضروری خیال فرما کر اسی ہفتہ میں کتاب مستطاب بوارق محمدیہ تالیف فرمائی''۔ (۱۴)

اس کتاب کو علماء و مشائخ نے نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ مولانا غلام قادر بھیروی (م: ۱۳۲۶ھ) نے ''الشوارق الصمدیہ'' کے نام سے خلاصہ و ترجمہ کیا جو عرصہ ہوا شائع ہو چکا ہے، اس کی وقعت اور مقبولیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی

(۱۴) محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین: ص: ۲۵۴

(م:۱۳۵۶ھ) نے بھی اسے بطور حوالہ ذکر کیا ہے- ایک جگہ فرماتے ہیں:

''صاحب بوارق محمدیہ صفحہ۱۳۱ پر لکھتے ہیں''-(۱۵)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''دربوارق می نویسد امام احمد و غیرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہم آن حدیث روایت کردہ اند''-(۱۶)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''این جا بر ذکر چندی از انفاس متبرکہ حضرت خاتم المحدثین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ نقل نمودہ است آنہا را مولانا فضل رسول قادری حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکتفا نمودہ می آید''-(۱۷)

حضور اعلیٰ گولڑوی قدس سرہ نے جابجا بوارق محمدیہ کے حوالہ جات نقل کر کے اور ان پر اعتماد کا اظہار کر کے اس کی قبولیت وصداقت پر مہر تصدیق ثبت فرمادی ہے-

مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں بیان توحید کے لئے بہت سخت زبان استعمال کی ہے، جس کا خود انہوں نے ایک موقع پر اعتراف بھی کیا تھا- عقیدۂ توحید کی بنیادی حیثیت سے انکار کر کے کوئی شخص مسلمان نہیں رہ سکتا لیکن ایسا انداز بیان یقیناً قابل تردید ہوگا جس میں شان الوہیت کی عظمت کے اظہار کے لئے شان رسالت کو نظر انداز کر دیا جائے اور تنقیص شان کا ارتکاب کیا جائے- بتوں کے حق میں وارد ہونے والی آیات کو انبیاء واولیاء کی ذوات مقدسہ پر چسپاں کیا جائے وہ توحید ہرگز قابل قبول نہیں جو شان رسالت کی تنقیص پر مشتمل ہو-

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ نے اس حقیقت کو بڑے واضح الفاظ میں بیان کیا ہے- فرماتے ہیں:

---

(۱۵) حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہ، اعلاء کلمۃ اللہ: طبع چہارم ص ۱۳۹

(۱۶) ایضاً: ص ۱۶۳

(۱۷) ایضاً: ص: ۱۹۵

''الحاصل ما بین اصنام و ارواح مکمل فرقی ست بین امتیازی ست باهر پس آیات وارده فی حق الاصنام را بر انبیاء و اولیاء صلوات الله و سلامہ علیھم اجمعین حمل نمودن کمافی "تقویۃ الایمان" تحریفی است قبیح و تخریبی است شنیع''۔(۱۸)

ترجمہ:۔ الحاصل بتوں اور کاملین کی ارواح میں فرق ظاہر و باہر ہے، لہٰذا ان آیات کو انبیاء واولیاء پر چسپاں کرنا جو بتوں کے حق میں وارد ہیں، جیسا کہ تقویۃ الایمان میں ہے قبیح تحریف اور بدترین تخریب ہے۔

دیگر علماء اسلام کی طرح مولانا شاہ فضل رسول قادری نے بوارق محمدیہ اور سیف الجبار وغیرہ کتب میں تقویۃ الایمان کی اسی قسم کی عبارات پر محض جذبۂ دینی کے تحت عالمانہ تنقید کی ہے۔

۳:۔سیف الجبار (اردو) متعدد دفعہ مختلف مطابع سے شائع ہو چکی ہے، ہماری معلومات کے مطابق آخری دفعہ دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے شعبۂ تبلیغ کی طرف سے شائع ہوئی ہے (اس کا تاریخی نام سیف الجبار المسلول علی الاعداء للابرار ۱۲۶۵ھ ہے۔اس میں فتنۂ نجدیت کی ابتداء اس کے پھیلاؤ، حرمین شریفین اور دیگر مقامات کے مسلمانوں پر نجدیوں کے لرزہ خیز مظالم کا تفصیلی نقشہ پیش کیا گیا ہے، تاریخی اعتبار سے یہ کتاب بہت اہمیت رکھتی ہے، کیوں کہ مصنف نے نجدی مظالم کے اثرات بچشم خود ملاحظہ کئے تھے۔ایک جگہ فرماتے ہیں:

''زیدیہ مذہب سیدوں ساکن نواح مُخا وحدیدہ نے مذہب نجدیہ اختیار کر کے مکان کو فوج سے خالی دیکھ کر پھر تاخت وتاراج کیا اور ہر ایک مکان میں ایک ایک امیر المومنین ہو گیا، عجب ظلم برپا کیا۔راقم نے ۱۲۵۷ھ میں اسی حال پر چھوڑا''۔(۱۹)

---

(۱۸) حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہ، اعلاء کلمۃ اللہ: طبع چہارم: ص ۱۷۱

(۱۹) مولانا فضل رسول قادری، سیف الجبار: ص ۴۷

محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں مولوی حسین احمد مدنی کی رائے قابل ملاحظہ ہے۔ لکھتے ہیں:

''صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتدائے تیرہویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہل سنت و جماعت سے قتل وقتال کیا اور ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا۔ ان کے قتل کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا، اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکالیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی و بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے۔ بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکالیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار اور فاسق شخص تھا''۔ (۲۰)

شاہ فضل رسول قادری نے مولوی اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی کو قریب سے دیکھا ان کے عقائد اور عزائم کا بنظر غائر جائزہ لیا ان کے طور و طریق کو بخوبی جانچا اور پھر ضمیر کی آواز کو بلاکم و کاست تحریر کر دیا۔ فرماتے ہیں:

''فاحشہ رنڈیوں کی بھی پیش کش (نذر) لینے میں تامل نہ تھا، یہاں تک کہ جو فرنگیوں کے گھروں میں تھیں، چنانچہ بنارس کا ریزیڈنٹ اکنسن بروگ نام اس کے گھر میں فاحشہ تھی بڑی اختیار والی اور صاحب مقدور مرید ہوئی اور دس ہزار روپے نذر کئے اور اس کے مرید ہونے سے ریزیڈنٹ نے بہت خاطر داری کی کہ سید صاحب نے اس کو اپنی بیٹی فرمایا تھا، راقم بھی وہاں موجود تھا''۔ (۲۱)

سیف الجبار میں تقلید کی حقیقت اور امام الائمہ سراج الامۃ امام ابوحنیفہ رضی اللہ

---

(۲۰) مولوی حسین احمد مدنی، الشہاب الثاقب: ص ۵۰

(۲۱) مولانا فضل رسول قادری، سیف الجبار: ص ۴۷،۳۷

تعالیٰ عنہ کے مناقب بڑے دل نشیں پیرائے میں ذکر کیے گئے ہیں۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید (صغیر) ۷رمحرم بروز جمعہ ۱۲۲۱ھ کی صبح علمائے مکہ مکرمہ کے سامنے پیش ہوئی اس وقت نجدی لشکر طائف میں قتل و غارت گری اور مسجد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما منہدم کر کے مکہ مکرمہ جانے کا قصد کر رہا تھا علمائے مکہ مکرمہ نماز جمعہ کے بعد جمع ہوئے اور کتاب التوحید کا مطالعہ کر کے اس کا رد کیا۔ مولانا احمد بن یونس باعلوی اس تردید کو ضبط تحریر میں لائے۔ نماز عصر تک اس کے ایک باب کا رد مکمل ہوا تھا کہ طائف کے مظلوموں کا ایک گروہ مسجد حرام میں پہنچ گیا اور مشہور ہو گیا کہ نجدیہ کا لشکر حرم شریف میں پہنچ کر قتل و غارت کرنے والا ہے، اس عام اضطراب کی وجہ سے دوسرے باب پر نظر نہ کی جا سکی۔

مولانا شاہ فضل رسول قادری نے سیف الجبار کے آخر میں کتاب التوحید کا پہلا باب اور اس پر علمائے مکہ مکرمہ کا رد مع ترجمہ نقل کر دیا ہے۔ جا بجا تقویۃ الایمان کی عبارتیں نقل کی ہیں، جن سے یہ عجیب و غریب حقیقت سامنے آتی ہے کہ تقویۃ الایمان اسی کتاب التوحید کا ترجمہ اور شرح ہے علمائے مکہ مکرمہ کی تقریرات کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی اور مولانا شاہ محمد فضل حق خیر آبادی کی عبارات نقل کی ہیں جن سے یہ امر کھل کر سامنے آ جاتا ہے کہ یہ حضرات نہ تو کتاب التوحید کے معتقد ہیں اور نہ تقویۃ الایمان کے مندرجات سے متفق ان کے عقائد وہی ہیں جو اس وقت کے علمائے مکہ مکرمہ اور علمائے اہل سنت و جماعت کے ہیں۔

شاہ فضل رسول قادری پر عام طور پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے انگریز کی حکومت کے دور میں منصب افتاء، قضاء اور صدر الصدوری کے ذریعہ اقتدار حکومت کو بحال اور مضبوط تر کیا۔ (۲۲)

(۲۲) پروفیسر محمد ایوب قادری، مقدمہ حیات سید احمد شہید: نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۶۸ء، ص ۱۸

تعجب ہے کہ جب علمائے دیوبند میں سے مولوی محمد احسن نانوتوی، مولوی محمد مظہر، مولوی محمد منیر، مولوی ذوالفقار علی، مولوی فضل الرحمٰن، مولوی مملوک علی اور مولوی محمد یعقوب نانوتوی وغیرہم بھی ''سرکار انگریز'' کے ملازم تھے۔ (۲۳) تو فرنگی حکومت کے اقتدار کو مضبوط تر کرنے کا الزام علمائے اہل سنت پر ہی کیوں عائد کیا جاتا ہے؟

پھر یہ نکتہ بھی غور طلب ہے کہ اگر علماء منصب افتاء، قضاء اور صدر الصدوری کو قبول نہ کرتے تو ان مناصب پر فائز ہو کر فیصلہ کرنے والے ہندو ہوتے یا انگریز۔ کیا یہ اچھا ہوتا کہ علماء ان مناصب کو قبول نہ کرتے اور مسلمان اپنے مقدمات کے فیصلوں کے لئے ہندو یا انگریز کی کچہریوں میں مارے مارے پھرتے۔

اسی سلسلے میں ہمارے کرم فرما پروفیسر محمد ایوب قادری نے ایک اور بات کہی ہے:

> ''مولانا فضل رسول بدایونی کی تصانیف کے سلسلے میں ایک بات ہم نے خاص طور پر نوٹ کی ہے کہ ان کی اکثر تصانیف کسی نہ کسی سرکاری ملازم کی اعانت سے شائع ہوئی ہیں''۔ (۲۴)

بر تقدیر تسلیم ہمارے نزدیک مولانا پر یہ کوئی اعتراض نہیں کہ ان کی اکثر کتابیں کسی نہ کسی سرکاری ملازم کی اعانت سے شائع ہوئی ہیں کیوں کہ انگریز دوستی یا انگریز سے ساز باز بیشک جرم اور قابل اعتراض امر ہے فقط سرکاری ملازم ہونا کوئی جرم کی بات نہیں ہے، بشرطیکہ کسی خلاف اسلام امر میں ان کا تعاون نہ کیا جائے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے مولوی عبدالحی کو ملازمت کی اجازت دے کر اس قسم کے شبہات کو ختم کر دیا تھا سرکاری ملازمت سے ہر شخص کے بارے میں یہ رائے قائم کر لینا کہ یہ انگریز کا خیر خواہ و وفادار اور محب ہے کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے کیوں کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں اکثر و بیشتر انہی علماء نے کھل کر حصہ لیا جو انگریز کے دور اقتدار

---

(۲۳) پروفیسر محمد ایوب قادری، مولانا محمد احسن نانوتوی، ص ۲۶

(۲۴) پروفیسر محمد ایوب قادری، مقدمہ حیات سید احمد شہید: نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۶۸ء، ص ۱۸

میں صدر الصدور اور افتاء وغیرہ کے مناصب پر فائز تھے۔

پھر یہ بھی ایک فکر انگیز حقیقت ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کی مشہور کتاب تقویۃ الایمان پہلے پہل رائل ایشیاٹک سوسائٹی سے شائع ہوئی اگر کسی کتاب کو سرکاری ملازم شائع کرے تو ضروری نہیں کہ اس میں حکومت کا ایما شامل ہو اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ کتاب سرکار پالیسی کے مطابق ہو، لیکن جب کسی کتاب کو رائل ایشیاٹک سوسائٹی ایسا سرکاری ادارہ شائع کرے تو معمولی سی سمجھ بوجھ والا آدمی بھی یہ کہے بغیر نہیں رہ سکے گا کہ وہ کتاب یقیناً سرکاری پالیسی کے مطابق ہوگی مخالف ہرگز نہیں ہوسکتی۔

یہ امر بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ اگر مولانا فضل رسول قادری کی تصانیف کو کسی ذریعہ سے بھی سرکاری حمایت حاصل ہوتی تو بعض دیگر مصنفین کی طرح ان کی تصانیف بھی کثرت سے طبع ہوتیں، حالانکہ تقویۃ الایمان وغیرہ کتابیں جس کثرت سے اشاعت پذیر ہوئیں، مولانا فضل رسول قادری کی کتابیں اس کثرت سے شائع نہیں ہوئیں۔(۲۵)

(۲۵) بعض مؤرخین اور محققین نے حضرت سیف اللہ المسلول پر اس قسم کے بے بنیاد الزامات لگائے ہیں، ان کے علاوہ بھی بعض حضرات نے آپ کے تعلق سے کچھ ایسی باتیں لکھی ہیں جن کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ آج سے چند برس پہلے میں نے اس قسم کے الزامات کو رفع کرنے کے لئے ایک کتاب ترتیب دینا شروع کی تھی "علامہ فضل رسول بدایونی پر بعض اہل قلم کے الزامات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ" اس سلسلہ میں بھاگ دوڑ کر کے کافی مواد جمع کر لیا تھا اور کام بھی شروع کر دیا تھا، مگر اسی دوران مجھے حصول علم کے لئے ازہر شریف (مصر) جانا ہوگیا، لہٰذا وہ کام درمیان میں رک گیا۔ مصر سے واپس کے بعد میں دوسرے کاموں میں مشغول ہوگیا اور اس کتاب کا خیال ہی ذہن سے محو ہوگیا، لیکن ابھی ستمبر ۲۰۰۶ء میں سہ روزہ دعوت دہلی میں ایک مضمون نظر سے گزرا جس کا عنوان تھا: "برطانوی سامراج کے وفادار اور بھی تھے" اس مضمون کو پڑھ کر میں نے محسوس کیا کہ میری وہ ادھوری کتاب جلد از جلد منظر عام پر آجانا چاہئے۔ (اسید الحق)

مولانا شاہ فضل رسول قادری نے کتنے واضح الفاظ میں انگریزی اقتدار سے نفرت واستحقار کا اظہار کیا ہے اور انگریز کے اقتدار کو دین میں فتنہ وفساد کے پیدا ہونے کا سبب قرار دیا ہے درج ذیل اقتباس سے بآسانی معلوم کیا جا سکتا ہے۔ فرماتے ہیں:

''جاننا چاہئے کہ ہندوستان میں بسبب ہو جانے کفر کی حکومت (انگریزی اقتدار) اور نہ رہنے اسلام کی سلطنت کے دین اسلام میں فتنے اور شرع کے احکام میں رخنے پڑ گئے''۔(۲۶)

دوسری جانب مولوی اسماعیل دہلوی کا بیان ملاحظہ ہو تا کہ یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ مولانا فضل رسول قادری اور دیگر علما اہل سنت پر انگریز دوستی کے الزام میں کتنی سچائی ہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے ایک موقع پر کہا:

''انگریزی سرکار گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کوئی ظلم وتعدی نہیں کرتی نہ ان کو فرائض مذہبی اور عبادات لازمی سے روکتی ہے، ہم ان کے ملک میں اعلانیہ وعظ کہتے اور ترویج مذہب کرتے ہیں۔ وہ کبھی مانع ومزاحم نہیں ہوتی، بلکہ اگر کوئی ہم پر زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کو تیار ہیں۔ ہمارا اصل کام اشاعت توحید الٰہی اور احیائے سنن سید المرسلین ہے، سو ہم بلا روک ٹوک اس ملک میں کرتے ہیں پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور اصول مذہب کے خلاف بلا وجہ طرفین کا خون گرادیں''۔(۲۷)

مولانا شاہ فضل رسول قادری کے بارے میں ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے:

''مولانا حیدر علی ٹونکی نے اس سلسلے میں ایک خاص بات یہ لکھی ہے کہ مولوی فضل رسول بدایونی نے مولانا اسماعیل شہید دہلوی کی شہادت (۱۸۳۱ء) کے بیس سال بعد وہابیوں کے رد میں کتابیں لکھنی شروع کیں۔ ظاہر ہے پنجاب کے انگریزوں کے

(۲۶) مولانا فضل رسول قادری، سیف الجبار، ص ۲۷

(۲۷) منشی محمد جعفر تھانیسری، حیات سید احمد شہید

قبضہ میں آجانے کے بعد مجاہدین کا مقابلہ براہ راست انگریز سے تھا''۔(۲۸)

مولوی اسماعیل دہلوی نے جب تقویۃ الایمان لکھ کر مسلک اہل سنت و جماعت کے خلاف عقائد وافکار کا اظہار کیا تو اکثر وبیشتر علماء تحفظ دین ومسلک کی خاطر میدان میں اتر آئے، بعض نے ان سے اور ان کے ہم خیال علماء سے مناظرہ کیا۔ مثلاً مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی، مولانا محمد موسیٰ (صاحبزادگان مولانا محمد رفیع الدین محدث دہلوی) منطق وکلام کے مسلم الثبوت استاذ مولانا محمد فضل حق خیرآبادی، مولانا رشید الدین خاں اور علمائے پشاور وغیرہم بے شمار علماء نے تصنیف وتالیف کے ذریعے تردید کی۔ بعض نے تقریری طور پر ردوابطال پر اکتفا کیا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ان میں اکثر وبیشتر حضرات شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے صاحب علم وفضل شاگرد تھے بلکہ خود حضرت شاہ صاحب نے تقویۃ الایمان پر اظہار ناراضگی فرمایا۔

> ''حضرت مولانا شاہ محمد فاخر صاحب الہ آبادی قدس سرہ فرماتے تھے کہ جب اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھی اور سارے جہان کو مشرک وکافر بنانا شروع کیا اس وقت حضرت شاہ صاحب آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے اور بہت ضعیف بھی تھے۔ افسوس کے ساتھ فرمایا کہ میں تو بالکل ہو گیا ہوں، آنکھوں سے بھی معذور ہوں ورنہ اس کتاب اور اس عقیدۂ فاسد کا رد بھی تحفۂ اثنا عشریہ کی طرح لکھتا کہ لوگ دیکھتے''۔(۲۹)

مولانا شاہ فضل رسول قادری ان علماء میں سے تھے جنہوں نے اس نئے فتنے کی تردید کے لئے بھرپور تقریری کام کیا اور جب ضرورت محسوس ہوئی تو تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع کیا اور ایسی کتابیں لکھیں جنہیں اہل علم سرآنکھوں پر جگہ دیتے ہیں۔ مولانا کی ساری زندگی کا مطالعہ کرنے کے بعد ان کی کوششوں میں حفاظت دین کے سوا اور

(۲۸) پروفیسر محمد ایوب قادری، مقدمہ حیات سید احمد شہید: ص ۲۴

(۲۹) ملک العلما مولانا محمد ظفر الدین بہاری، ماہنامہ پاسبان، امام احمد رضا نمبر، ص ۱۹، ۲۰

کوئی مقصد نظر نہیں آئے گا۔ کیا اس بات کا ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی ابتدائی زندگی میں تقریر کے ذریعے عقائد باطلہ کی تردید نہیں کی، حیات اعلیٰ حضرت صفحہ ۲۳۹ تالیف ملک العلما مولانا ظفر الدین بہاری کے مطالعہ سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ مولانا طالب علمی کے زمانہ ہی سے ردو ہابیت کی ابتدا کر چکے تھے۔

یہاں اس بات کا ذکر بے جا نہ ہوگا کہ مولانا اسماعیل دہلوی، سید صاحب اور ان کے رفقاء کو انگریزوں سے کوئی مخاصمت نہ تھی اور نہ وہ انگریزوں سے جہاد کا ارادہ ہی رکھتے تھے۔ (۳۰)

آپ کے تلامذہ کا سلسلہ بہت وسیع ہے، جس شخصیت نے طویل مدت تک سفر و حضر میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا ہو اس کے شاگردوں کا شمار لازماً دشوار ہوگا، چند فضلاء کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے، جنہوں نے آپ کے بحر علم سے استفادہ کیا۔

۱:- مولانا شاہ محی الدین ابن شاہ فضل رسول قادری (م: ۱۲۷۰ھ)

۲:- تاج الفحول مولانا محب الرسول شاہ محمد عبد القادر بدایونی ابن مولانا شاہ فضل رسول قادری (م: ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء)

۳:- مجاہد آزادی مولانا فیض احمد بدایونی

۴:- قاضی القضاۃ مولانا مفتی اسد اللہ خاں الہ آبادی (م: ۱۳۰۰ھ) استاد مولوی رحمان علی مؤلف تذکرہ علمائے ہند، مولانا عنایت رسول چریا کوٹی (۳۱)

---

(۳۰) اس سلسلے میں مقالات سر سید حصہ شانزدہم مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور کے حاشیہ پر شیخ اسماعیل پانی پتی کا نوٹ ص ۲۲۸ تا ۲۵۲ اور ص ۳۱۸ تا ۳۱۹ قابل ملاحظہ ہے۔ نیز سید صاحب کی تحریک کی صحیح پوزیشن سمجھنے کے لئے جناب وحید احمد مسعود بدایونی کی تحقیقی کتاب "سید احمد شہید کی صحیح تصویر" مطبوعہ لاہور ملاحظہ کی جائے۔

(۳۱) نامور فاضل مولانا محمد فاروق چریا کوٹی استاذ شبلی نعمانی، مولانا عنایت رسول کے چھوٹے بھائی اور شاگرد تھے۔

۵:- مولانا شاہ احمد سعید دہلوی (م: ۱۲۷۷ھ)

۶:- مولانا کرامت علی جونپوری (م: ۱۲۹۰ھ) مرید سید احمد بریلوی

۷:- مولانا سید عبدالفتاح گلشن آبادی

۸:- مولانا عبدالقادر حیدرآبادی (م: ۱۳۲۹ھ)

۹:- مولانا سید اشفاق حسین (م: ۱۳۲۸ھ)

۱۰:- مولانا خرم علی بلہوری (م: ۱۲۷۳ھ)

۱۱:- مولانا حکیم محمد ابراہیم سہارنپوری

۱۲:- سید بنیاد شاہ سنبھلی

۱۳:- مولانا سید خادم علی

۱۴:- مولانا سید ارجمند علی

۱۵:- مولانا سید اولاد حسن خلف سید آل حسین

۱۶:- مولانا غلام حیدر

۱۷:- مولانا جلال الدین رئیس سوتھ محلّہ

۱۸:- مولانا فصاحت اللہ متولی

۱۹:- مولانا امانت حسین دانش مند

۲۰:- مولانا بہادر شاہ دانش مند وغیرہ وغیرہ

آپ کے مریدین کا سلسلہ عرب وعجم میں پھیلا ہوا تھا، بے شمار لوگ مذاہب باطلہ اور عقائد فاسدہ سے تائب ہوکر آپ کے دست حق پر بیعت ہوئے۔

آپ کے چند مریدین کے نام یہ ہیں:

تاج الفحول مولانا محب الرسول شاہ محمد عبدالقادر بدایونی خلف رشید شاہ فضل رسول قادری، مولانا حکیم سراج الحق ابن مولانا فیض احمد بدایونی (م: ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۵ء)، مولانا سید نبی حسنی حسینی شاہجہاں پوری (م: ۱۲۷۸ھ)، مولانا حکیم عبدالعزیز، مولانا

عبید اللہ بدایونی مدرس مدرسہ محمدیہ بمبئیؒ (م: ۱۳۱۵ھ) ملا اکبر شاہ افغانی، مولانا عون الحق، حافظ محمد ضیاء الدین حیدرآباد دکن، قاضی حمید الدین خاں، مچھلی بندر، شیخ محمد صدیق متوطن بریلی، شیخ عبد الرحیم رئیس بدایوں، شیخ عبد الہادی ملقب بہ شاہ سالار وغیرہ وغیرہ۔

جب آپ کی عمر شریف ۷۷ برس کی ہوئی تو آپ کے شانوں کے درمیان پشت پر زخم نمودار ہوا ایک دن قاضی شمس الاسلام عباسی جو آپ کے والد ماجد کے مرید تھے۔ سے آپ نے فرمایا:۔

> ''قاضی صاحب بمقتضائے "و اما بنعمة ربك فحدث" آج آپ سے کہتا ہوں کہ دربار نبوت سے استیصال فرقہ وہابیہ کے لئے مامور کیا گیا تھا۔ الحمد للہ! کہ فرقۂ باطلہ اسماعلیہ واسحاقیہ کا رد پورے طور پر ہو چکا دربار نبوت میں میری یہ سعی قبول ہو چکی، میرے دل میں اب کوئی آرزو باقی نہ رہی میں اس دار فانی سے جانے والا ہوں''۔ (۳۲)

آخری دنوں میں کمزوری بہت زیادہ ہوگئی تھی مگر عبادت، ریاضت اور تہجد کے لئے شب بیداری میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا۔ ۲ جمادی الاخریٰ ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء بروز جمعرات خلف رشید مولانا شاہ محمد عبد القادر قادری بدایونی کو بلا کر نماز جنازہ کی وصیت کی ظہر کے وقت اسم ذات کے ذکر خفی میں مصروف تھے کہ اچانک دو دفعہ بلند آواز سے اللہ اللہ کہا ایک نور دہن مبارک سے چمکا اور بلند ہو کر غائب ہو گیا اور ساتھ ہی روح قفس عنصری سے اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

رحلت کے وقت ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی پھر بھی ہزارہا افراد نے جنازہ میں شرکت کی مغرب کے بعد عیدگاہ شمسی میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور شب جمعہ والد ماجد کے

---

(۳۲) ماہنامہ پاسبان: امام احمد رضا نمبر، ص ۵۳

روضہ میں مدفون ہوئے۔(۳۳) مولوی عبدالسلام سنبھلی نے یہ قطعہ تاریخ کہا ہے:

معدن فضل الٰہی حضرت فضل رسول — پیشوائے اہل عرفاں سرور اہل قبول
واقف اسرار شرع وکاشف استار دیں — ماہر کامل بہر فن از فروعش تا اصول
سطوت تقریر او بگداخت جان منکراں — ہیبت تحریر او انداخت در کنج خمول
جامع علم و ولایت دافع آثار جہل — قامع بنیاد کفر و رافع اوج قبول
رفت از دنیا ودنیا از غم او تیرہ شد — کرد روشن منزل اول بانوار نزول
ایں جہاں راسنگ ماتم برجبین مدعاست — آنجہاں را گوہر مقصود در دست وصول
خاستم تاریخ وصل وے نویسم ناگہاں — شد بمن الہام از روحش "انا فضل الرسول"

(۳۴) ۱۲۸۹ھ

مولانا معین الدین نے درج ذیل تاریخ وصال کہی ہے:

حضرت فضل رسول نامدار — با فضیلت با کرم با افتخار
کان فی عز و فضل کاملا — فضله کالشمس فی نصف النهار
واقف اسرار علم و معرفت — مرشد دیں سر حق را رازدار
دوئم از ماہ جمادی الآخرہ — راہ دار آخرت کرد اختیار
وقت رحلت داشت شغل ذکر حق — بود از دم ضرب اذکار آشکار
ناگہاں آورد با جہر تمام — اسم ذات پاک حق بر لب دو بار
اللہ اللہ گفت و جاں دادہ بحق — کرد بر نام خدا جاں را نثار
گشت مفہوم آں زماں از شش جہت — لفظ اللہ از در و دیوار و دار

(۳۳) محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین: ص ۲۵۴
(۳۴) ایضاً

مقدمہ

از: مصنف علیہ الرحمہ

الحمد لله والصلوة على رسوله و اله واولياء الله

اما بعد

میرے عزیزوں میں سے ایک شخص بریلی میں رہتا تھا اور یہ ورد پڑھتا تھا:

السلام عليك ايها النبي الكريم السلام عليك الرسول الرحيم

ترجمہ: - اے نبی کریم آپ پر سلام ہو، اے رسول رحیم آپ پر سلام ہو۔

وہ فرقہ جو ابھی کچھ عرصہ سے نمودار ہوا ہے اور امت مرحومہ کی تکفیر، اولیاء کے نفوس قدسیہ کی تفسیق اور حضرات انبیاء کرام صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کی توہین اس کا شعار وعلامت ہے، اسی فرقہ کے ایک فرد [ٹونکی] کو جب اس ورد کی اطلاع ملی تو اس نے بے محابا اس ورد کو پڑھنے سے منع کیا اور پڑھنے والے کے کافر ومشرک ہو جانے کا فتویٰ دے دیا۔ وہ ورد پڑھنے والا اس خاکسار بے مقدار سے تعلق رکھتا تھا، لہٰذا اس نے مجھ سے اس ورد کے جواز وعدم جواز کے بارے میں دریافت کیا، یہ خاکسار اس سلسلہ میں جو کچھ جانتا تھا وہ اس کو بتا دیا کہ اس ورد کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی چہ جائیکہ اس کے کفر وشرک ہونے کی۔ جب اس خاکسار کا یہ جملہ اس شخص کو معلوم ہوا تو اس نے احقر کے نام ایک خط لکھا، جس میں مجھے شرک وضلال سے توبہ کا حکم اور مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کے مطالعہ کی ہدایت کی گئی تھی، میں نے اس کے

جواب میں صرف اس قدر لکھنے پر اکتفا کیا کہ:

''حامل رقعہ صالح اور دیندار شخص ہے اور اس کے پاس اسم مبارک یـــا شیـخ عبدالقـادر جیلانی شیأ للہ خاص ترکیب کے ساتھ پڑھنے کی اجازت مولوی حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدّس سرّہٗ سے ان کی مہر کے ساتھ موجود ہے اس کا مطالعہ فرمالیجیے کیونکہ آپ کے اوپر یہ حجت کافی ہے اور کتاب تقویت الایمان کے مطالعہ کی کوئی ضرورت نہیں، معاف فرمایئے کیونکہ اگر اس میں حضرت ختم رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر نازل شدہ وحی کے علاوہ جدید وحی کے احکام ہیں تو ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں، اور اگر اس میں وہی ہے تو پھر کتاب اللہ اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کتاب کے مطالعہ سے بے نیاز کرتے ہیں، اور اگر اس میں اللہ تعالیٰ کے کلام کی تفسیر، حدیث پاک کی شرح، مسائل کا استخراج اور احکام کا استنباط ہے پس اگر وہ جمہور علماء کے موافق اور ماثورات سلف کے مطابق ہے تو درست ہے ،تاہم ہمارے پاس اصول دین موجود ہیں لہٰذا خاص طور پر اس کتاب کے مطالعہ کا کوئی سبب نہیں ہے اور اگر اس میں درج شدہ احکام جمہور اور سلف صالحین کے مخالف ہیں تو ہم مؤمنین کے راستہ اور سواد اعظم کی متابعت کو ضروری سمجھتے ہیں اور شاذ طریقہ پر چلنا ہم سے نہیں ہوسکتا لکم دینکم ولی دین۔ فقط''۔

اس خط کے جواب میں عتاب سے بھرا ہوا خط آیا، جس کی عبارتیں ایسی تھیں کہ جن کا یہاں ذکر نہ کرنا ہی بہتر ہے، ان گالیوں کو حذف کر کے ہم صرف اس خط کا خلاصۂ مطلب یہاں نقل کر رہے ہیں:

''اولاً ہم مولوی عبدالعزیز پر ایمان نہیں لائے ہیں کہ جو کچھ وہ کہیں ہم اس کو حجت مانیں، دوسری بات یہ کہ مولوی (عبدالعزیز) صاحب نے بعض مشائخ کی تقلید میں اجازت لکھوادی ہے اگر انہوں نے علم عقائد یا فقہ یا حدیث وتفسیر کی کسی کتاب میں ذکر کیا ہوتا تو قابل استدلال واحتجاج ہوتا اور ہم تمام مجتہدین وعلماء اور

اولیاء صالحین کے معتقد ہیں ان سب کے قول وارشاد کو ہم حجت و دلیل سمجھتے ہیں ہمارا طریقہ بعینہ وہی طریقہ ہے جو صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کا ہے مگر مردوں کو نداء اور صیغۂ خطاب سے یاد کرنا خاص کر زیارت قبور کے علاوہ نیز زندوں کو عموماً چاہے عام ہوں یا خاص یعنی انبیاء و اولیاء کو غائبانہ میں نداء و خطاب سے یاد کرنا اور اسی طرح ملائکہ اور جناتوں کو پکارنا یہ سب ہندوستان کے جاہلوں کا گڑھا ہوا ہے، جو انہوں نے ہندوؤں کی تقلید سے سیکھا ہے، اس پر شرک کا حکم لگانا سلف صالحین میں سے کسی کے قول کے مخالف نہیں ہے اور شبہات رفع کرنے کے لئے کتاب تقویۃ الایمان کا مطالعہ ضروری ہے اگر تم نے اپنے گمان کے مطابق کتب حدیث، فقہ یا تصوف سے کوئی اصول بنایا ہے تو اس کو سامنے لاؤ تا کہ اس کی تردید اور ابطال کیا جائے۔ فقط''۔

اس خاکسار نے پھر بھی جواب میں اسی قدر پر اکتفا کیا ہے کہ:

جناب مولوی عبد العزیز صاحب کی تقلید مولوی اسماعیل دہلوی صاحب پر ایمان لانے سے زیادہ دشوار نہیں تھی، خود جناب نے مولوی اسماعیل صاحب کے حوالہ پر اکتفا فرمایا اگر اس خاکسار نے حضرت شاہ عبد العزیز صاحب سے سند پیش کی تو اس میں غیض و غضب کی کون سی بات ہے، سنن ابی داؤد میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ:

قالت امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ننزل الناس منازلهم(۱)

ترجمہ:۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم لوگوں کو ان کے صحیح مراتب ومقامات پر رکھیں۔

اس حدیث کے مطابق انصاف و دیانت کا تقاضا تو یہ ہے کہ تعارض کے وقت مرجوح [اسماعیل دہلوی] کو اختیار کرنا اور مسلّم [شاہ عبد العزیز] کو چھوڑنا اپنے لئے

(۱) ابوداؤد: باب فی تنزیل الناس منازلھم، حدیث۴۸۴۲، مطبع دار الفکر، بیروت

روانہ رکھتے ہوئے مولوی عبدالعزیز صاحب کی متابعت اختیار کرتے تا کہ حضرت شاہ صاحب سے آپ کی عقیدت کا دعویٰ درست ہو جاتا، وہ جو آپ نے شاہ صاحب کے اجازت دینے کی توجیہ کی کہ انہوں نے بعض مشائخ کی تقلید میں ایسا کیا تھا، بڑی عجیب وغریب بات ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کلام کا مقصود کیا ہے؟ وہ چیز جو سراسر شرک ہو اس کے پڑھنے کی اجازت شاہ صاحب بعض مشائخ کی تقلید میں دے دیں، پس شاہ صاحب بھی بعض مشائخ کی تقلید میں مشرک ہوئے مگر اس بات سے غالباً کاتب رقعہ متفق نہیں ہیں، کیونکہ خط کے آخر میں صراحتاً شاہ صاحب کی تعریف لکھی ہے، یا پھر یہ کہ تقلید کی وجہ سے شاہ صاحب کو کوئی نقصان نہیں پہنچا [یعنی مشرک نہیں ہوئے] اگر یہ بات ہے تو وہ بے چارہ بھی مشائخ اور خاص کر شاہ صاحب کی تقلید میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر رہا ہے تو وہ کیوں مشرک ہوگا؟ اور یہ جو تحریر فرمایا کہ اگر شاہ صاحب نے تفسیر وغیرہ کی کسی کتاب میں ذکر کیا ہو تو ضرور حجت ودلیل ہوگا، کاش اسی بات پر قائم رہیں اور تفسیر عزیزی کو دیکھ لیں کہ سورۂ الم نشرح کی تفسیر میں شاہ صاحب فرماتے ہیں:

ولنعم ماقیل

یا صاحب الجمال ویا سید البشر　　من وجهك المنير لقد نور القمر
لایمکن الثناء کما کان حقه　　بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر (۲)

ترجمہ:- اے صاحب حسن وجمال اور اے سردار بشر آپ کے تابناک چہرۂ مبارک سے چاند نے ضیا پائی ہے، جیسی آپ کی تعریف وتوصیف کا حق ہے، ویسی ثنا کرنا ممکن نہیں مختصر یہ ہے کہ خدائے برتر کے بعد آپ کی ذات سب سے بزرگ وبرتر ہے۔

اور پھر استعانت بغیر اللہ علی الاطلاق شرک وحرام نہیں ہے، تفسیر عزیزی میں شاہ عبدالعزیز صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ:

(۲) تفسیر فتح العزیز: ص۲۹۶، از شاہ عبدالعزیز دہلوی، مطبع العلوم، دہلی ۱۲۶۷ھ

''یہاں جاننا چاہیے کہ غیر سے استعانت اس طور پر کہ اس میں غیر پر اعتماد ہو اور اس کو عون الٰہی کا مظہر نہیں سمجھتا ہو تو یہ حرام ہے، اور اگر توجہ صرف باری تعالیٰ کی طرف ہے اور غیر کو محض عون الٰہی کا مظہر سمجھتا ہو اور حق تعالیٰ کے کارخانہ اسباب وحکمت کو اس میں دیکھتا ہو اور غیر اللہ سے صرف ظاہری استعانت کرتا ہو تو یہ جائز و روا ہے اور انبیاء و اولیاء نے اس قسم کی استعانت بغیر اللہ کی ہے یہ قسم استعانت بغیر اللہ نہیں ہے بلکہ درحقیقت یہ بھی استعانت باللہ ہی ہے''۔(۳)

یہ تو وہ ہے جو فوراً خیال میں آیا اگر شاہ صاحب کی کتب میں تلاش کیا جائے تو اس سے زیادہ مل سکتا ہے۔

ہر چند اس خط کے بعد اس شخص [حیدر علی ٹونکی] نے جواب الجواب نہیں لکھا لیکن اکثر احباب کا اصرار ہوا کہ میں اس مسئلہ پر تفصیل سے لکھوں، جناب ہدایت مآب کامل الایمان صاحب العرفان ذوالمفاخر والمناقب محمد عبدالکریم صاحب نے پر زور اصرار کرنا شروع کر دیا میں ان کی خدمت میں جو رشتۂ نیاز رکھتا ہوں اس کے آگے مجبور ہو کر میں نے ان کا حکم مان لیا(۴)

---

(۳) تفسیر فتح العزیز: تفسیر سورۂ فاتحہ: زیر آیت: ایاک نعبد و ایاک نستعین

(۴) مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب البوارق المحمدیہ کے آخر میں مصنف کے حالات درج کیے گئے ہیں، وہاں جامع حالات نے آپ کی تصانیف کے ذیل میں زیر نظر رسالہ کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ اس رسالہ کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے جامع حالات تحریر فرماتے ہیں:

''ایک شخص السلام علیک ایھا النبی الکریم کے ورد میں مشغول تھا، ارکان وہابیہ میں سے ایک شخص نے اس پر شرک کا حکم لگا دیا، ورد پڑھنے والے نے حضور اقدس سے پورا ماجرا بیان کیا حضرت نے مختصر اور شافی و کافی جواب عنایت فرما دیا، اس کے بعد بعض اہل اللہ نے حضرت کی بارگاہ میں درخواست کی کہ اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ تالیف فرما دیا جائے، حضرت اقدس نے درس و تدریس اور دیگر

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

اس رسالہ کو میں نے دو فصلوں میں تقسیم کیا ہے
پہلی فصل حق کو ظاہر کرنے کے بیان میں
دوسری فصل باطل کے رد و ابطال کے بیان میں ہے۔

بقیہ حاشیہ:

مشغولیات کی بنیاد پر عذر ظاہر کیا، یہاں تک کہ حضرت اقدس ایک روز برہان الکاملین سلطان العارفین جناب شیخ شاہی روشن ضمیر سہروردی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (حضرت بڑے سرکار) کے مزار اقدس کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے، جب فاتحہ کے لئے مزار مبارک کے قریب پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ حضرت بڑے سرکار کا مزار مبارک شیشہ کی طرح ہے اور صاحب مزار اپنی قبر میں بیٹھے ہوئے قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے ہیں۔ حضرت بڑے سرکار نے حضرت اقدس کی طرف توجہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ تمام مصروفیات کو چھوڑ کر جلدی اس رسالہ کی تالیف کر، جس کی تالیف کے لئے تم سے کہا جا رہا ہے۔ چنانچہ حضرت بڑے سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کی تعمیل میں آپ نے یہ رسالہ تصنیف فرمایا''۔

ترجمہ ملخصا از فارسی، البوارق المحمدیہ: ص ۱۴۸

فصل اول

اس فصل میں ہم احادیث نبویہ، آثار صحابہ، اقوال علماء و اولیاء اور مشائخ امت مرحومہ ذکر کریں گے اور شارحین حدیث نے جو کچھ شرح حدیث اور استنباط مسائل کے سلسلہ میں لکھا ہے، اس کو ہم ہر حدیث کے ذیل میں نقل کریں گے تاکہ طریقۂ استدلال سواد اعظم کے موافق ہو اور اہل ہواء و بدعت کے اختراعی طرز استدلال سے ممتاز ہو جائے۔

تشہد میں حضور ﷺ سے خطاب

کنا اذا صلینا خلف النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قلنا السلام علی جبریل و میکائیل السلام علی فلان و فلان فالتفت الینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال انّ اللّٰہ ھو السلام فاذا صلی احدکم فلیقل التحیات للّٰہ و الصلوت و الطیبات السلام علیك ایھا النبی و رحمة اللّٰہ و برکاتہ السلام علینا و علی عباد اللّٰہ الصالحین فانکم اذا قلتموھا اصابت کل عبد للّٰہ صالح فی السماء و الارض، اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ و اشھد انّ محمدا عبدہ و رسولہ (۵)

(۵) صحیح بخاری: بطریق شقیق بن سلمہ: عن ابن مسعود کتاب الاذان: باب التشہد فی الآخرۃ
صحیح مسلم: بطریق ابی وائل عن ابن مسعود، کتاب الصلوٰۃ: باب التشہد فی الصلوٰۃ

ترجمہ:- جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے تو کہتے تھے جبریل پر سلام ہو، میکائیل پر سلام ہو، فلاں پر سلام ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: بے شک اللہ خود سلام ہے جب تم میں سے کوئی نماز ادا کرے تو یہ کہے تمام قولی، جانی و مالی عبادات خالص اللہ کے لئے ہیں اے نبی آپ پر اللہ کی سلامتی، رحمت اور برکات نازل ہوں ہمارے اوپر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو، جب تم یہ کہو گے تو زمین و آسمان میں اللہ کے ہر نیک بندے کو یہ سلام پہنچے گا اور میں شہادت دیتا ہوں کہ معبود برحق صرف اللہ عزوجل ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے او یہ تشہد ابن مسعود کہلاتا ہے، تمام احناف کا اس پر عمل ہے اور امام احمد بن حنبل کے مسلک میں بھی اسی پر عمل ہے، اکثر صحابہ اور تابعین کا یہی معمول تھا اس کی تعلیم کا حکم بھی وارد ہوا ہے۔

مسند احمد بن حنبل میں مروی ہے:

عن ابن مسعود قال علمه رسول الله صلى الله عليه وسلم التشهد و امره ان يعلم الناس التحيات لله الخ (٦)

ترجمہ:- ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تشہد سکھایا اور حکم دیا کہ وہ لوگوں کو تشہد التحیات للہ سکھائیں۔

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ:

علمني رسول الله صلى الله عليه وسلم التشهد كفي بين كفيه كما يعلمني السورة من القرآن (٧)

ترجمہ:- حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا

---

(٦) مسند احمد بن حنبل، ج ا رص ۳۷۶ موسسہ قرطبہ قاہرہ، مصر

(۷) مسند احمد بن حنبل، ج ا رص ۴۱۴ موسسہ قرطبہ قاہرہ، مصر

ہاتھ پکڑا اور مجھے ایسے ہی تشہد سکھایا جیسا کہ قرآن کی کوئی سورت سکھاتے تھے۔

اکثر شافعیہ کا عمل تشہد ابن عباس پر ہے اور مالکیہ کا عمل تشہد ابن عمر پر ہے۔(۸)

ان تمام روایتوں میں تھوڑا بہت تفاوت ضرور ہے مگر ان تمام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ندا اور خطاب موجود ہے یعنی السلام علیك ایها النبی۔

حضرت ابن مسعود سے ایک روایت سنن ابن ابی عوانہ میں مروی ہے:

و هو بین ظهرانینا فلما قبض قلنا السلام علی النبی (۹)

---

(۸) تشہد ابن عباس یہ ہے: التحیات المبارکات الصلوات الطیبات للّٰہ السلام علیك ایها النبی و رحمة اللّٰہ و برکاته السلام علینا و علیٰ عباد اللّٰہ الصالحین اشهد ان لا اله الا اللّٰہ و اشهد ان محمدا عبده و رسوله ۔امام شافعی نے اسی کو اختیار فرمایا ہے۔امام لیث بن سعد نے بھی تشہد ابن عباس کو اختیار کیا ہے۔

تشہد ابن عمر یہ ہے: التحیات للّٰہ الزاکیات للّٰہ الطیبات الصلوات للّٰہ السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و برکاته ۔باقی الفاظ وہی ہیں جو تشہد ابن عباس میں ہیں امام مالک نے اسی تشہد کو اختیار فرمایا ہے۔

(۹) مسند ابی عوانہ: ج ۱ ص ۲۴۱ ۵ دار المعرفہ، بیروت

الامام ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی، م: ۳۱۶ھ

مسند ابی عوانہ کی اس روایت پر کلام کرتے ہوئے امام ابو المحاسن الحنفی فرماتے ہیں:

من قوله " بین ظهرانینا الی علی النبی " منکر لا یصح لانه یوجب ان یکون التشهد بعد موته علیه الصلوة و السلام علی خلاف ما کان فی حیاته و ذلك مخالف لما علیه العامة و لما فی الآثار المرویة الصحیحه، و قد کان ابو بکر و عمر یعلّمان الناس التشهد فی خلافتهما علی ما کان فی حیاته صلی الله علیه و سلم من قولهم السلام علیك ایها النبی و انّما جاء الغلط من مجاهد و امثاله و قد قال ابو عبید ان مما احل اللّٰہ به رسوله ان یسلم علیه بعد وفاته کما کان یسلم علیه فی حیاته و هذا من جملة خصائصه صلی الله علیه و سلم۔ معتصر المختصر: ج ۱ ص ۵۳،۵۴ مکتبۃ المتنبی، القاہرہ

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

ترجمہ:-ابن مسعود نے فرمایا کہ وہ (یعنی السلام علیك ایها النبی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں تھا، جب حضور نے پردہ فرمایا لیا تو ہم یہ کہنے لگے "السلام علی النبی" یعنی نبی پر سلامتی ہو۔

محدثین نے اس روایت میں کلام کیا ہے کہ یہ ابن مسعود کا قول نہیں ہے بلکہ راویوں کے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے، اس کو صحیح بخاری میں واضح بیان کر دیا گیا ہے، بخاری کی روایت یہ ہے:و هو بین ظهرانینا فلما قبض قلنا سلام یعنی علی النبی (۱۰)

بقیہ حاشیہ:

ترجمہ:- بین ظہرانینا سے لے کر علی النبی تک یہ قول منکر ہے، صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تشہد اس کے برخلاف ہو جو آپ کی حیات میں تھا، اور یہ عامہ علماء کے عمل اور آثار صحیحہ کے مخالف ہے، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اپنی خلافت کے دور میں لوگوں کو وہ تشہد سکھاتے تھے جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تھا یعنی "السلام علیك ایها النبی" یہ غلطی مجاہد اور ان کے امثال کی طرف سے آئی ہے، ابوعبید نے کہا کہ یہ ان باتوں میں سے ہے جن سے اللہ نے اپنے رسول کو بزرگی عطا فرمائی ہے کہ ان پر ان کی وفات کے بعد بھی ویسا ہی سلام بھیجا جائے جیسا ان کی وفات سے پہلے بھیجا جاتا تھا اور یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔

(۱۰) بخاری شریف: باب الاخذ بالیدین رقم الباب ۸ حدیث الباب ۱

قال الترمذی حدیث ابن مسعود روی من غیر وجه و هو اصح حدیث روی فی التشهد و العمل علیه عند اکثر اهل العلم من بعد هم قال و ذهب الشافعی الی حدیث ابن عباس فی التشهد و قال البزار لما سئل عن اصح حدیث فی التشهد قال هو عندی حدیث ابن مسعود وروی عن نیف و عشرین طریقا ثم سرد اکثر ها و قال لا علم فی التشهد اثبت منه و لا اصح اسانید و لا اشهر حالا

فتح الباری ابن حجر عسقلانی ج ۲/۳۱۵ دار المعرفۃ بیروت، تحقیق محب الدین خطیب

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

ترجمہ:-وہ (السلام علیك ایها النبی) اس وقت تھا جب حضور ہمارے درمیان تھے، جب حضور کا وصال ہو گیا تو ہم السلام یعنی علی النبی کہنے لگے۔

لفظ ''یعنی'' صاف دلالت کر رہا ہے کہ علی النبی ابن مسعود کا قول نہیں ہے، ابن مسعود کا قول بس یہیں تک ہے فلنا سلام یہ اس بات کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ ممکن ہے ان کی مراد یہ ہو کہ جیسا سلام آپ کی حیات میں پڑھا کرتے تھے ویسے ہی بعد میں بھی جاری رہا یا پھر خطاب سے اعراض کیا ہو اور جب لفظ میں احتمال پیدا ہو گیا تو دلالت باقی نہیں رہی۔

ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں:

و اما قول ابن مسعود کنا نقول فی حیاۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم السلام علیك ایها النبی فلما قبض علیه السلام قلنا السلام علی النبی فهو روایة ابی عوانة و روایة البخاری الاصح منها بینت ان ذلك لیس من قول ابن مسعود بل من فهم الراوی عنه و لفظها فلما قبض قلنا سلام یعنی علی النبی فقوله قلنا سلام یحتمل انه اراد به استمررنا به علی ما کنا علیه فی حیاته و یحتمل انه اراد عرضنا عن الخطاب و اذا احتمل اللفظ لم یبق فیه دلالة کذا ذکره ابن حجر (۱۱)

ترجمہ: ابن مسعود نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات

بقیہ حاشیہ:

ترجمہ:-امام ترمذی نے فرمایا کہ ابن مسعود کی حدیث دوسرے طریقہ سے بھی مروی ہے اور وہ تشہد کے سلسلہ میں سب سے اصح حدیث ہے اور اکثر اہل علم کا اس پر عمل ہے، امام شافعی ابن عباس کی حدیث کو لیتے ہیں، جب بزار سے تشہد کی صحیح ترین حدیث کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا میرے نزدیک وہ حدیث ابن مسعود ہے، یہ بیس سے زائد صحابہ سے مروی ہے، پھر بزار نے ان میں سے اکثر طریقوں کو ذکر کیا ہے، پھر کہا ہے کہ اور مجھے علم نہیں ہے کہ تشہد کے متعلق اس سے زیادہ اثبت واصح کوئی حدیث ہو جس کے رجال اس سے زیادہ مشہور و معروف ہوں۔

(۱۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ: ج ۵۸۱/۲ کتاب الصلوٰۃ: باب التشہد، فیصل پریس، دیوبند ۲۰۰۵ء

مبارکہ میں السلام علیک ایھا النبی کہا کرتے تھے، جب حضور کا وصال ہوگیا تو ہم نے کہا السلام علی النبی - یہ روایت ابی عوانہ سے ہے-اس سلسلہ میں بخاری کی روایت اصح ہے اور اس روایت سے ظاہر ہے کہ السلام علی النبی ابن مسعود کا قول نہیں ہے بلکہ راوی نے ایسا سمجھا ہے، اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:"فلما قبض قلنا سلام یعنی علی النبی قلنا سلام" یہ احتمال رکھتا ہے کہ جیسا سلام آپ کی حیات میں پڑھا کرتے تھے ویسا ہی بعد میں بھی جاری رہا اور یہ بھی احتمال رکھتا ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ ہم نے خطاب سے اعراض کرلیا اور جب لفظ میں احتمال پیدا ہوگیا تو دلالت باقی نہیں رہی، اسی طرح ابن حجر عسقلانی نے بھی ذکر کیا ہے-

تمام ائمہ دین کا عمل نداء اور صیغۂ خطاب پر ہی ہے، لہٰذا اگر جماہیر صحابہ کرام اس کے ترک پر اجماع کرلیتے تو ائمہ مجتہدین اس پر ہرگز عمل نہ کرتے (۱۲)

---

(۱۲) تشہد کے الفاظ اگرچہ مختلف واقع ہوئے ہیں (جیسا کہ مصنف نے تشہد ابن مسعود، تشہد ابن عباس اور تشہد ابن عمر کا ذکر کیا-مگر تمام روایتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بصیغۂ خطاب وندا ہی وارد ہوا ہے- حضور کی ظاہری حیات مبارکہ اور بعد وصال صحابہ کا عمل اسی طرح رہا، اس سلسلہ میں حضرت ابو بکر، حضرت عمر، سیدہ عائشہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت ابن عمر اور حضرت ابو سعید خدری رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے صحیح روایات موجود ہیں، امام مالک مؤطا میں فرماتے ہیں:

عن عروۃ بن زبیر عن عبد الرحمن بن عبد القاری انہ سمع عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ و ھو علی المنبر یعلم الناس التشہد یقول: ثم قولوا التحیات للّٰہ، الزاکیات للّٰہ الطیبات للّٰہ الصلوات للّٰہ، السلام علیك ایھا النبی و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہ السلام علینا و علی عباد اللّٰہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ-

مؤطا امام مالک: ج ا ص ۹۰ باب التشہد فی الصلوٰۃ، دار احیاء التراث العربی، قاہرہ

ترجمہ- حضرت عروۃ بن زبیر حضرت عبد الرحمٰن بن عبد القاری سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر بن خطاب کو سنا کہ وہ منبر پر لوگوں کو تشہد سکھا رہے ہیں آپ فرما رہے تھے کہ اے

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

فائدہ:- یہاں یہ بات ثابت ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بصیغۂ

بقیہ حاشیہ:

لوگوں پھر اس طرح کہو: التحیات لله الزاکیات لله الطیبات لله، الصلوات لله السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و برکاته- الخ

اس روایت میں واضح ہے کہ حضرت عمر نے اپنے زمانۂ خلافت میں لوگوں کو جو تشہد تعلیم فرمایا، اس میں السلام علی النبی (نبی پر سلام) نہیں ہے بلکہ السلام علیك ایها النبی (اے نبی آپ پر سلام ہو) ہے۔

امام مالک نے حضرت عبد اللہ ابن عمر اور حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی روایات تشہد ذکر کیں ہیں، ان میں بھی سلام بصیغۂ خطاب وندا ہے (مرجع سابق) تشہد میں صیغۂ خطاب پر تمام ائمہ مجتہدین کا اجماع رہے۔

ابن حزم ظاہری لکھتے ہیں: "اجماع اهل الاسلام المتیقن علی ان المصلی یقول فی صلاته السلام علیك ایها النبی" ترجمہ:- تمام اہل اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ نماز میں نمازی یہ کہے السلام علیك ایها النبی - المحلی: ج ۴/ ۲۰۷، دار الآفاق الجدیدہ، بیروت

حضرت ابن مسعود کی متذکرہ روایت کے علاوہ کسی صحابی سے کوئی ایسی روایت نہیں ہے، جس سے یہ پتہ چلتا ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ نے تشہد کے الفاظ میں تبدیلی کر لی ہو- حضرت ابن مسعود کی اس روایت کے سلسلہ میں ملا علی قاری کا کلام متن میں مذکور ہے اور ہم نے گزشتہ حاشیہ میں امام ابو المحاسن کا نقد بھی نقل کیا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر "السلام علیك ایها النبی" کہنے سے اس لئے اعراض ہے کہ حضور اب سامنے نہیں، لہٰذا ان کو صیغۂ خطاب سے سلام نہیں کیا جا سکتا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب صحابہ کرام سفر پر جاتے تھے اور مدینہ منورہ سے دور دیگر شہروں میں ہوتے تھے تو تشہد کیسا پڑھتے تھے؟

منکرین کی اس دلیل کی رو سے تو سفر وغیرہ میں (جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سامنے موجود نہ ہوں) صحابۂ کرام کو "السلام علی النبی" کہنا چاہیے تھا مگر اس سلسلہ میں صحیح تو کیا ضعیف روایت بھی پیش نہیں کی جا سکتی- صحابۂ کرام حضور کے سامنے ہوں یا آپ کی غیر موجودگی میں، مدینہ میں ہوں یا مدینہ سے سیکڑوں میل دور ہر حال میں تشہد پڑھتے وقت "السلام علیك ایها النبی"

بقیہ صفحہ اگلے صفحہ پر

خطاب ہی سلام تعلیم فرمایا، اور اسی طرح صحابہ نے اپنے بعد والوں کو، وہاں سے مجتہدین تک اور مجتہدین سے عام مسلمانوں تک اور آج ہم تک اسی طرح یہ تشہد آیا ہے یہ مقام حیرت واستعجاب ہے کہ ایسی صورت میں نداء کی حرمت یا شرک ہونے کا قول ایک ایسے شخص کی زبان پر کیسے آسکتا ہے جو بظاہر شریعت محمدیہ کا صراحتاً انکار بھی نہیں کرتا ہے۔

تشہد کے سلسلہ میں ایک شبہ اور اس کا جواب

مخالفین یہاں پر ایک شبہ پیدا کرتے ہیں کہ یہ الفاظ یعنی السلام علیك ایها النبی یہ تشہد میں آئے ہیں اور تشہد معراج کی رات اللہ اور اس کے رسول کے درمیان ہونے تشہد میں حکایت ہے انشاء مصلی مقصود نہیں ہے یعنی نمازی سلام کا قصد وارادہ نہیں کرتا بلکہ وہ صرف ان الفاظ کی نقل وحکایت کرتا ہے جبکہ انشاء قاری شرک ہے۔

یہ شبہ عذر گناہ بدتر از گناہ کی قبیل سے ہے اور سوء فہم کی وجہ سے پیدا ہوا ہے کیونکہ حدیث کا اول وآخر دونوں اس وہم کے صریح مخالف ہیں۔

بقیہ حاشیہ:

ہی کہا کرتے تھے۔ اور یہی تشہد دور دراز کے شہروں میں رہنے والے اہل اسلام کو سکھایا جاتا تھا۔ مصر کے بلند پایہ عالم اور محقق علامہ محمود صبیح فرماتے ہیں:

قد كان الصحابة يقولون و هم في اسفارهم بعيدين باجسادهم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم: السلام عليك ايها النبى و رحمة الله و بركاته و يعلمون ذلك لاصحابهم و هذا نداء بالغيب لبعد المكان

علامہ محمود صبیح: اخطأ ابن تيميه في حق رسول الله: ص ۳۹۵، دار جوامع الکلم، قاہرہ

ترجمہ: ۔صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اپنے سفر کے دوران جب کہ وہ جسم کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہوتے تھے تو بھی السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بركاته ہی کہا کرتے تھے، اور ایسا ہی اپنے احباب کو سکھایا کرتے تھے، حالانکہ دور ہونے کی وجہ سے یہ بھی ندا بالغیب ہی ہے۔

پہلا جواب

حدیث کے شروع میں ہے کہ ہم کہا کرتے تھے خدا پر سلام ہو، جبریل پر سلام ہو، میکائیل پر سلام ہو، فلاں پر سلام ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا پر سلام بھیجنے سے منع فرمایا اور اس کی جگہ خود پر سلام بھیجنے کا حکم دیا اس لئے معلوم ہوا کہ یہ صرف واقعۂ معراج کی حکایت نہیں ہے۔

جواب دوم

حدیث کے آخری حصہ میں ارشاد فرمایا: فانہ اذا قال ذلك اصاب کل عبد لله صالح فی السماء و الارض

ترجمہ:- جو شخص یہ کہے یعنی السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین تو زمین و آسمان میں جو بھی نیک بندہ ہوگا اس کو یہ پہنچے گا۔

یہاں پر بھی اگر انشاء قاری مقصود نہ ہوتا اور صرف واقعۂ معراج میں وارد الفاظ کی نقل و حکایت مقصود ہوتی تو پھر ہر بندہ کو سلام پہنچنے کا کیا معنی ہوا۔ در مختار میں لکھا ہے:

و یقصد بالفاظ التشهد معانیها مرادة له علی وجه الانشاء کانه یحیی اللہ تعالیٰ و سلم علی نبیه و علی نفسه و اولیائه لا الاخبار عن ذلك ذکره فی المجتبیٰ (۱۳)

ترجمہ:- تشہد کے معانی قصد و ارادہ کے طور پر مراد ہیں، گویا کہ نماز پڑھنے والا اللہ کی حمد بیان کر رہا ہے اور اپنے نبی پر سلام بھیج رہا ہے اور خود پر اور اولیاء پر سلام بھیج رہا ہے، یہ تشہد کی حکایت نہیں ہے، اس کو مجتبیٰ نے ذکر کیا ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں:

(۱۳) در مختار: علاؤ الدین حصکفی، ج ۱ ص ۷۶، ۷۷، امیریہ، قاہرہ ۱۳۰۲ھ

و احضر فی قلبك النبی صلی اللّٰه علیه وسلم و شخصه الکریم و قل السلام علیك ایها النّبی و رحمة اللّٰه و برکاته و لیصدق املك فی انه یبلغهٗ و یرد علیك اوفیٰ منه (۱۴)

ترجمہ:- (اے مصلی) تو اپنے دل میں تصور نبی اور آپ کی مقدس شخصیت کو حاضر کر، پھر السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و برکاته کہہ، یقیناً تیری امید برآئے گی، بایں طور کہ سلام حضور کی بارگاہ میں پہنچے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہتر سلام کے ذریعہ جواب عطا فرمائیں گے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں:

و جواز الخطاب من خصوصیاته علیه السلام اذ لو قیل لغیره حاضرا او غائبا السلام علیك بطلت صلاته (۱۵)

ترجمہ:-نماز میں صیغۂ خطاب صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز و روا ہے اور یہ آپ کے خصائص وفضائل سے ہے حضور کے علاوہ نماز میں کسی سے خطاب خواہ وہ حاضر ہو یا غائب نماز کو باطل کر دیتا ہے۔

بطور نقل وحکایت تو قرآن کریم میں بے شمار خطاب ونداء ہے، نمازی ان آیات کو نماز میں پڑھتا ہے، پھر حضور کے خصائص میں ہونے کا کیا مطلب؟ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ جو بات حضور کے خصائص سے ہے، وہ نماز میں آپ کو خطاب کرنا بطریق انشاء ہے اور دراصل منکرین کو اسی بات سے غلط فہمی ہوئی، انہوں نے صرف یہ دیکھا کہ یہ الفاظ قصۂ معراج میں بھی ہیں اور تشہد میں بھی لہٰذا انہوں نے حدیث کے اول وآخر پر غور نہیں کیا اور یہ کہہ دیا کہ یہ واقعہ معراج کی حکایت ہے۔

---

(۱۴) احیاء علوم الدین: امام غزالی، ج ا ر ص ۱۷۵

(۱۵) مرقاۃ شرح مشکوۃ: ج ۲ ر ص ۵۸۶ کتاب الصلوۃ باب التشہد، فیصل پریس، دیو بند ۲۰۰۵ء

تیسرا جواب

تشہد میں جو السلام علیك ایھا النبی ہے وہ واقعۂ معراج کی حکایت نہیں ہے، بلکہ اس سے خود سلام مقصود ہے، صحیح احادیث میں اس کی ایک اور قوی دلیل موجود ہے، سنن نسائی میں ہے:

عن عبد الرحمن ابن ابی لیلیٰ قال لقینی کعب بن عجرة فقال الا اھدی لك ھدیة سمعتھا من النبی صلی اللّٰہ علیه و سلم فقلت بلی فاھدھا لی فقال سألنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و سلم فقلنا یا رسول اللّٰہ! کیف الصلوٰة علیکم اھل البیت فان اللّٰہ تعالیٰ قد علمنا کیف نسلم علیك قال قولوا اللھم صل علی محمد الخ (۱۶)

ترجمہ:- عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ مجھ سے کعب بن عجرہ کی ملاقات ہوئی، انہوں نے کہا: ''کیا میں تمہیں وہ تحفہ نہ دوں جس کو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہے'' میں نے کہا کیوں نہیں، وہ تحفہ مجھے دو، تو کعب بن عجرہ نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر درود کس طرح بھیجیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو تعلیم فرمادیا ہے کہ ہم کس طرح آپ پر سلام بھیجیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس طرح کہو: اللھم صل علی محمد یہ حدیث صحاح ستہ کی تمام کتب میں موجود ہے (۱۷)

---

(۱۶) سنن نسائی: باب کیف الصلوٰة علی النبی، ج ۳ ص ۴۸، مکتبۃ المطبوعات، حلب ۱۹۸۶ء

(۱۷) الف:- صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب ان اللّٰہ وملائکته الخ عن کعب بن عجرة و عن ابی سعید الخدری، حدیث نمبر ۴۷۹۷، ۴۷۹۸

ب:- صحیح مسلم: کتاب الصلوٰة: باب الصلوٰة علی النبی بعد التشھد: عن کعب بن عجرة

ج:- سنن ابی داؤد: کتاب الصلوٰة: باب الصلوٰة علی النبی بعد التشھد: عن کعب بن عجرة

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ:

بتحقیق دانانید ما را کیفیت سلام فرستادن بر تو که در التحیات تعلیم کردی و آن را تعلیم الهی گفتند زیرا که تعلیم آن حضرت تعلیم الهی است زیرا که وی نطق نمی کند در احکام مگر بوحی۔(۱۸)

ترجمہ:۔حضور پر سلام بھیجنے کی کیفیت وطریقہ ہمیں بتادیا گیا اور صحابہ نے جو یہ کہا کہ اللہ نے سلام پڑھنے کا طریقہ ہمیں تعلیم کیا ہے، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیم فرمانا در حقیقت تعلیم الٰہی ہے کیونکہ حضور جو کچھ احکام شریعت میں فرماتے ہیں وہ وحی کے ذریعہ فرماتے ہیں۔

ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھا ہے کہ:

فان اللّٰہ قد علمنا ای فی التحیات بواسطة لسانك کیف نسلم علیك ای بان نقول السلام علیك ایها النبی الخ كذا قیل و حاصله انّ اللّٰہ قد امرنا بالصلوة و السلام علیك و قد علمنا کیف السلام علیك و الاظهر انه علیه السلام امرهم بالصلوة علیه و علیٰ اهل بیته و لما لم یعرفوا کیفیتها سألوه عنها مقرونا بالایماء الی انه مستحق للسلام ایضا الا انه معلوم عندهم بتعلیم ایاهم بلسانه فارادوا تعلیم الصلوة ایضا علی لسانه بان ثواب الوارد افضل و اکمل(۱۹)

بقیہ حاشیہ:

د: جامع ترمذی: ابواب الصلوٰة الحاجة والتسبیح : باب ماجاء فی صفةالصلاة علی النبی صلی الله علیه وسلم: عن کعب بن عجرة

ہ:۔سنن ابن ماجۃ: کتاب الصلوٰۃ: باب الصلاة علی النبی : عن کعب بن عجرة

(۱۸) اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ: ج ۱ رص ۶۱ ۳ کتاب الصلوۃ: باب الصلوة علی النبی صلی الله علیه وسلم وفضلها، مطبع نول کشور ۱۲۹۰ھ

(۱۹) مرقاۃ شرح مشکوۃ: ج ۳ رص ۴، کتاب الصلوۃ: باب الصلوٰة علی النبی صلی الله علیه وسلم و فضلها

ترجمہ:- خدا نے ہمیں تشہد میں آپ کی زبان مبارک کے توسط سے سلام کرنے کی کیفیت تعلیم کی ہے کہ ہم ایسے سلام پڑھیں السلام علیك ایها النبی الخ اور اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کی ذات گرامی پر درود اور سلام دونوں بھیجنے کا حکم فرمایا ہے اور ہمیں سلام کی کیفیت بھی تعلیم کردی ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ حضور نے خود پر اور اپنے اہل بیت پر درود بھیجنے کا حکم فرمایا ہوگا- اب چونکہ صحابہ درود بھیجنے کا طریقہ نہیں جانتے تھے لہٰذا انہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ درود بھیجنے کا طریقہ کیا ہے اس سوال میں یہ اشارہ بھی ہے کہ آپ سلام کے بھی مستحق ہیں مگر اس کا طریقہ تو حضور کی زبان مبارک سے ان کو معلوم ہوگیا ہے، اب درود کا طریقہ بھی وہ حضور ہی کی زبان سے سیکھنا چاہتے ہیں- اس لئے کہ جو چیز حضور کی زبان مبارک سے وارد ہوگی اس کا ثواب زیادہ افضل واکمل ہوگا-

ملا علی قاری مرقاۃ میں مزید فرماتے ہیں کہ:

قال ابن حجر و فیه روایة للشیخین الا اهدی لك هدیةً ان النبی صلی الله علیه و سلم خرج علینا فقلنا یا رسول الله قد علمنا کیف نسلم علیك فکیف نصلی علیك"

و فی روایة سندها جید لما نزلت هذه الآیة "انّ اللّٰه و ملائکتهٗ یصلون علی النبی یا ایها الذین امنوا صلوا علیه و سلموا تسلیماً" جاء رجل الی النبی صلی اللّٰه علیه و سلم فقال یا رسول اللّٰه هذا السلام علیك قد عرفناه فکیف الصلوة علیك قال "قولوا اللهم صل علی محمد"- الحدیث

و فی روایة لمسلم و غیره امرنا اللّٰه ان نصلی علیك فکیف نصلی علیك فسکت علیه السلام حتی تمنینا انه لم یسئل ثم قال قولوا اللهم صل علی محمدٍ الخ وفی آخره و السلام کما علمتم (۲۰)

ترجمہ:- ابن حجر نے کہا کہ اس سلسلہ میں شیخین سے مروی ہے کہ میں تمہیں

(۲۰) مرجع سابق

ایک تحفہ نہ دوں-(۲۱)

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے ہم نے کہا یا رسول اللہ ہم سلام کی کیفیت تو جانتے ہیں یہ بتایئے کہ درود کس طرح بھیجیں، ایک اور روایت میں آیا ہے جس کی سند جید ہے(۲۲) کہ جب آیت کریمہ ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی الخ نازل ہوئی تو ایک شخص نے آکر عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم جان گئے کہ آپ پر سلام کس طرح بھجیں اب آپ فرمائیں کہ ہم آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟

آپ نے فرمایا کہو:اللھم صل علی محمد الخ

ایک دوسری روایت میں آیا ہے جو صحیح مسلم کی ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے تو ہم کیسے درود بھیجیں؟ حضور نے تھوڑا سا سکوت فرمایا تو ہمارے دل میں یہ خیال گزرا کاش حضور سے یہ سوال نہیں پوچھا جاتا- پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح کہو:اللھم صل علی محمد الخ اس حدیث کے آخر میں فرمایا کہ رہا سلام تو ویسا ہی جیسا تم نے سیکھ لیا-

فائدہ:ان تمام روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جس سلام کا حکم آیت کریمہ و سلموا تسلیماً میں دیا گیا ہے وہ تو تشہد میں معلوم ہوگیا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ تشہد میں السلام علیك ایھا النبی بطور نقل وحکایت نہیں ہے، بلکہ بطور انشاء ہے، مقام حیرت

---

(۲۱) مرجع سابق

(۲۲) وہ روایت یہ ہے:روی الترمذی من طریق یزید بن ابی زیادۃ، عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن کعب بن عجرۃ قال لما نزلت ان اللہ و ملائکتہ- الآیۃ، قلنا یا رسول اللہ قد علمتنا السلام فکیف الصلوۃ الخ- فتح الباری: ج ۸/۵۳۳، دارالمعرفۃ، بیروت ۱۳۷۹-
ترجمہ:- ترمذی نے بطریق یزید بن ابی زیادہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلی انہوں نے کعب بن عجرہ سے روایت کی ہے کہ جب آیت کریمہ ان اللہ و ملائکتہ الخ نازل ہوئی تو ہم نے کہا یا رسول اللہ! اللہ نے ہمیں سلام کی تعلیم تو فرمادی، درود کس طرح آپ پر بھیجا جائے-

ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنے کا حکم کر رہا ہے اور حضور کے توسط سے امت کو تعلیم کر رہا ہے اور اس میں نداء وخطاب کا صیغہ استعمال فرما رہا ہے اس کے باوجود مخالفین نداء وخطاب کو شرک وحرام قرار دے رہے ہیں، حالانکہ ان کو علم حدیث وسنت جاننے کا دعویٰ بھی ہے۔

صلوٰۃ وسلام کے بعض خصوصی اوقات ومقامات

کتاب الشفاء میں قاضی عیاض ابواسحاق کے حوالے سے فرماتے ہیں:

قال ابو اسحاق بن شعبان و ينبغي لمن دخل المسجد ان يصلي على النبي صلى الله عليه و علىٰ آله (۲۳)

ترجمہ:- ابواسحاق ابن شعبان نے فرمایا کہ جو شخص مسجد میں داخل ہو اس کے لئے مناسب ہے کہ پیغمبر خدا پر درود وسلام بھیجے۔

نیز فرماتے ہیں:

و احتج ابن شعبان لما ذكره بحديث فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم، ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يفعلهٗ اذا دخل المسجد (۲۴)

ترجمہ:- یعنی اس کے لئے ابن شعبان نے حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے دلیل دی ہے کہ حضور مسجد میں داخل ہوتے وقت ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ قاضی عیاض مزید فرماتے ہیں:

و عن علقمة اذا دخلت المسجد اقول السلام عليك ايها النبي و

---

(۲۳) شفا: ج ۲ ص ۴۴، فصل فی مواطن التی یستحب فیها الصلوة و السلام، مطبوعہ پور بندر، گجرات

(۲۴) شفاء: ج ۲ ص ۶۷، مطبوعہ پور بندر، گجرات

رحمة الله و بر كاته صلى الله و ملائكته على محمد (۲۵)

ترجمہ:-اور حضرت علقمہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ جب مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو کہتا ہوں: السلام عليك ايها النبى و رحمة الله و بر كاته صلى الله و ملائكته على محمد و آله

اور اسی کتاب الشفاء میں مذکور ہے:

عن عائشة و ابن عمر انهما كانا يقولان عند سلامهما السلام عليك ايها النبى و رحمة الله و بر كاته السلام علينا و على عباد الله الصالحين (۲۶)

ترجمہ: - یعنی حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ نماز میں سلام کے وقت کہا کرتے تھے:

السلام عليك ايها النبى و رحمة الله و بر كاتهٗ، السلام علينا و علىٰ عباد الله الصالحين

اور شفاء ہی میں مذکور ہے-

استحب اهل العلم ان ينوى الانسان حين سلامه كل عبد صالح فى السماء و الارض من الملائكة و بنى آدم و الجن (۲۷)

ترجمہ:- اہل علم نے اس بات کو مستحب کہا ہے کہ نماز میں سلام پھیرتے وقت سلام پھیرنے والا بنی آدم، ملائکہ اور اجنہ میں سے تمام عباد صالحین کی نیت کرلے-

حدیث پاک لاتجعلوا قبری عیدا کی تشریح

عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه

(۲۵) مرجع سابق

(۲۶) مرجع سابق

(۲۷) مرجع سابق

وسلم يقول لا تجعلوا بيوتكم قبورا و لاتجعلوا قبری عيدا صلوا علیّ فان صلوتكم تبلغنی حيث كنتم (۲۸)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم اپنے گھروں کو قبریں مت بناؤ اور میری قبر کو نمائش گاہ مت بناؤ اور میرے اوپر درود بھیجو کیونکہ تمہارے درود مجھے پہنچا دیے جاتے ہیں تم جہاں بھی ہو-

قاضی عیاض نے فرمایا:

ان النفوس الذكية القدسية اذا تجردت عن العلائق البدنية عرجت و اتصلت با لملاء الأعلى و لم يسبق لها حجاب فترى الكل كالمشاهدة بنفسها او باخبار الملك و فيه سر يطلع عليه من يسرله ذلك

ترجمہ:- نفوس ذکیہ قدسیہ جب علائق بدنیہ سے جدا ہوتے ہیں تو وہ عروج کرتے ہیں اور ملاء اعلیٰ سے متصل ہو جاتے ہیں اور ان کے لئے کوئی حجاب نہیں ہوتا- تو وہ ہر چیز کو دیکھتے ہیں، اپنے مشاہدے کے ذریعہ یا پھر فرشتے کے بتانے سے اور اس میں ایسا راز ہے جس پر وہی شخص مطلع ہو سکتا ہے جس کو یہ میسر ہو-

ملا علی قاری مرقاۃ میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

ای لا تتكلفوا المعاودة الى قبری فقد استغنيتم عنها بالصلوة على حيث كنتم فيكون نهيه عليه السلام لدفع المشقة عن امته رحمة عليهم رواه النسائی قال ميرك و رواه ابو داؤد ايضا كما يفهم من كلام النووی

(۲۸) الف: سنن ابوداود: باب زیارۃ القبور: حدیث الباب

ب: مصنف عبدالرزاق: ج ۲ ر ص ۲۱۴، عن الحسن بن علی: باب التطوع فی البیت، المکتب الاسلامی، بیروت ۱۴۰۳ھ

ج: مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ر ص ۷۱، مکتبۃ الرشید، ریاض ۱۴۰۹ھ

د: سنن نسائی: ج ۲ ر ص ۱۵۰، مکتبۃ المطبوعات، حلب، شام ۱۹۸۶ء

فی الاذکار قال ابن حجر و رواح احمد فی مسنده و ابو داؤد و صححهٗ النووی، کمافی الاذکار و فی ھذالباب احادیث کثیرۃ (۲۹)

حضور علیہ السلام نے لا تجعلو قبری عید ا میں جو، نہی فرمائی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ میری قبر پر بار بار آنے کی تکالیف نہ اٹھاؤ کیونکہ درود اس سے بے نیاز کر دیتا ہے، کہ جس جگہ سے بھی پڑھو گے مجھ تک پہنچ جائے گا- یہ حضور نے اپنی امت سے مشقت دفع کرنے کے لئے فرمایا- اس حدیث کو نسائی نے روایت کیا ہے، میرک نے فرمایا کہ اسے ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے جیسا کہ اذکار میں امام نووی کے کلام سے سمجھ میں آرہا ہے، ابن حجر نے کہا کہ اسے احمد نے اپنی مسند میں اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے نیز امام نووی نے اذکار میں اس کی تصحیح کی ہے اور اس باب میں بکثرت احادیث موجود ہیں-

اور اہل اسلام کے گھروں میں داخل ہوتے وقت حضور پر سلام بھیجنا ائمہ کرام سے ماثور ہے، ملا علی قاری شرح شفاء میں فرماتے ہیں:

فان روحه علیه السلام حاضراً فی بیوت اهل الاسلام (۳۰)

ترجمہ:- یعنی حضور علیہ السلام کی روح مقدس اہل اسلام کے گھروں میں حاضر ہے-

دعا میں حضور ﷺ کا وسیلہ

حصن حصین میں مروی ہے کہ:

من کانت له ضرورة فلیتوضأ و لیحسن وضوء ه و لیصل رکعتین ثم یدعوا بهذ الدعاء اللهم انی اسئلك و اتوجه الیك بنبیك محمد نبی الرحمة یا محمد انی توجهت بك الی ربی فی حاجتی هذهٖ لتقضی لی

---

(۲۹) مرقاۃ شرح مشکوۃ: ج ۳ رص ۱۱، کتاب الصلوۃ: باب الصلوۃ علی النبی و فضلها، فیصل پریس، دیوبند ۲۰۰۵ء

(۳۰) شرح شفاء: ملا علی قاری، ج ۱ رص، مطبوعہ بولاق، مصر

اللھم فشفعه فیّ (۳۱)

ترجمہ:- جس کو کوئی حاجت ہو وہ اچھے طریقہ پر وضو کرے اور دو رکعت نماز ادا کرے پھر یہ دعا پڑھے: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری جانب تیرے نبی محمد مصطفیٰ نبی رحمت کے واسطے سے متوجہ ہوتا ہوں اے محمد مصطفیٰ میں آپ کے توسل سے اپنے رب کی طرف اپنی اس ضرورت میں متوجہ ہوا تا کہ میری حاجت پوری ہو

---

(۳۱) الحصن الحصین: المنزل الخامس: من ورد یوم الاثنین، صلوۃ الحاجۃ، ص۱۵۱، مطبع نجم العلوم، لکھنؤ ۱۳۰۶ھ- الحصن والحصین کے مصنف امام الجزری نے اس دعا کو امام ترمذی، ابن ماجہ، نسائی اور مستدرک حاکم کے حوالے سے نقل فرمایا ہے- اس حدیث کی تفصیلی تخریج درج ذیل ہے:

الف: صحیح ابن خزیمہ: باب صلاۃ الترغیب و الترھیب، ج ۲/ص ۲۲۵، المکتب الاسلامی، بیروت ۱۹۷۰ء

ب: جامع ترمذی: ابواب الدعوات، امام ترمذی اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں: ھذا حدیث حسن صحیح غریب، جامع ترمذی: ج ۲/ص ۱۹۷، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی- ترمذی کے جدید نسخوں میں لفظ ''یا محمد'' موجود نہیں ہے اس کی تحقیق کے لئے راقم کا مقالہ ''تحفظ توحید کے نام پر کتب حدیث میں تحریف'' ملاحظہ فرمائیں، نیز دیکھئے شرح صحیح مسلم: علامہ غلام رسول سعیدی، جلد اول

ج: سنن ابن ماجۃ: باب ماجاء فی صلاۃ الحاجۃ: قال ابو اسحاق ھذا حدیث صحیح

د: مسند احمد بن حنبل: ج ۴/ص ۱۳۸: مؤسسہ قرطبہ، قاہرہ

ہ: امام حاکم نے اس کو مستدرک میں دو مقامات پر ذکر کیا ہے: ۱- مستدرک: من کتاب صلاۃ التطوع: اس کے بارے میں فرماتے ہیں: ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین و لم یخرجاہ (یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے ان دونوں نے اس کو ذکر نہیں کیا ہے) مستدرک ج ۱/ص ۴۵۸

۲:- مستدرک: کتاب الدعاء و التکبیر و التھلیل و التسبیح و الذکر، امام حاکم فرماتے ہیں: ھذا حدیث صحیح الاسناد، مستدرک: ج ۱/ص ۷۰۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۰ء

و: امام نسائی نے اپنی کتاب عمل الیوم و اللیۃ میں اس کو نقل کیا ہے: دیکھئے عمل الیوم و اللیۃ، ص ۴۱۷

ز: امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اس کو درج کیا ہے: دیکھئے دلائل النبوۃ للبیہقی: ج ۶/ص ۱۶۶

جائے اے اللہ! تو اپنے حبیب کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

اس حدیث کو ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے عثمان بن حنیف سے روایت کیا ہے بعض منکرین ومخالفین نے دعویٰ کیا کہ یہ دعا صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں پڑھنا جائز تھی اب یہ جائز نہیں ہے، بعض اس کو آپ کی حیات ظاہری کے ساتھ خاص کرتے ہیں، ان کا یہ دعویٰ جمہور سلف صالحین کے مخالف ہے، جمہور سلف اس میں اختصاص نہیں مانتے بلکہ وہ عموم کے قائل ہیں، اور پھر طبرانی کی ایک روایت سے منکرین ومخالفین کے دعویٰ اختصاص کا شجر جڑ سے کٹ جاتا ہے۔

طبرانی نے معجم کبیر میں عثمان بن حنیف سے روایت کی ہے:

ان رجلا كان يختلف الى عثمان بن عفان رضى الله عنه فى حاجة له فكان عثمان لا يلتفت اليه و لاينظر فى حاجته فلقى عثمان بن حنيف فشكا ذلك اليه فقال له عثمان بن حنيف ائت الميضاة فتوضأ ثم ائت المسجد فصل فيه ركعتين ثم قل: اللهم انى اسئلك و اتوجه اليك بنبينا محمد صلى الله عليه وسلم نبى الرحمة يا محمد انى اتوجه بك الى ربك عز و جل فيقضى لى حاجتى و تذكر حاجتك و رح الىّ اروح معك و انطلق الرجل فصنع ما قاله عثمان ثم اتى باب عثمان فجاء البواب حتى اخذ بيديه فادخلهٗ على عثمان بن عفان فاجلسه معه على الطنفسة فقال ما حاجتك؟ فذكر حاجته فقضاها له ثم قال له ما ذكرت حاجتك حتى كانت هذهٖ الساعة و قال ما كانت لك من حاجة فأتنا ثم ان الرجل خرج من عنده فلقى عثمان بن حنيف فقال له جزاك الله خيراً (۳۲)

(۳۲) طبرانی نے اصل مرفوع کے ساتھ یہ موقوف حدیث بھی روایت کی ہے: دیکھئے المعجم الکبیر: ج ۹ ص ۳۰۔ امام طبرانی نے المعجم الصغیر میں بھی اس کو روایت کیا ہے۔ اس کی سند یہ ہے:

حدثنا طاهر بن عيسىٰ بن قيرس المصرى التميمى حدثنا اصبغ بن الفرج حدثنا عبد الله بن وهب عن شبيب بن سعيد المكى عن روح بن القاسم عن ابى جعفر الخطمى

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

ترجمہ:- ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی حاجت

بقیہ حاشیہ:

المدني عن ابی أمامة بن سهل بن حنيف عن عمه عثمان بن حنيف- الحديث-
المعجم الصغير: ج ١/ص ٣٠٦، المكتب الاسلامي، بيروت ١٩٨٥ء
اس سند کی وضاحت کرتے ہوئے امام طبرانی فرماتے ہیں:
''روح بن قاسم سے اس کو صرف شبیب بن سعید نے روایت کیا ہے، اور شبیب بن سعید یہ ابوسعید مکی ہیں، اور وہ ثقہ ہیں- آگے فرماتے ہیں: ''اس حدیث کو ابوجعفرا لخطمی سے شعبہ نے بھی روایت کیا ہے، ان کا نام عمیر ابن یزید ہے اور وہ ثقہ ہیں، شعبہ سے روایت کرنے میں عثمان بن عمر بن فارس منفرد ہیں اور یہ حدیث صحیح ہے'' -مرجع سابق
المعجم الصغیر: ج ارص ۳۰۶ المکتب الاسلامی: بیروت ۱۹۸۵ء امام طبرانی کی اس تصحیح کے بعد حدیث کی صحت میں شبہ نہیں ہونا چاہیے- لیکن اس پر ایک شبہ یہ وارد کیا جاتا ہے کہ امام طبرانی نے صرف حدیث مرفوع کی تصحیح کی ہے، زیادتی موقوفہ کی تصحیح نہیں کی ہے-
اس شبہ کے جواب میں علامہ محمود سعید ممدوح فرماتے ہیں کہ: ''اس حدیث موقوف کے راوی شبیب بن سعید الحبطی ہیں اور طبرانی نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے اور کسی راوی کی توثیق اس راوی کی حدیث کی تصحیح ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ مجمع الزوائد میں امام الہیثمی نے اس حدیث کو نقل کر کے طبرانی کی تصحیح کا ذکر کیا ہے اور خود سے اس حدیث پر کوئی کلام نہیں کیا ہے'' - رفع المنارۃ: از علامہ محمود سعید ممدوح: ص ۳۶، دارالامام الترمذی، قاہرہ ۱۹۹۷ء
اس روایت کی سند پر دو اعتراض اور کئے جاتے ہیں ایک یہ کہ طبرانی کے شیخ طاہر بن عیسیٰ مجہول ہیں اور دوسرا اعتراض یہ کہ شبیب بن سعید اس روایت موقوفہ میں منفرد ہیں اور وہ ضعیف الحفظ تھے-
ان دونوں اعتراضات کو دفع کرتے ہوئے علامہ محمود سعید ممدوح نے فرمایا کہ: طبرانی کے شیخ طاہر بن عیسیٰ کو مجہول قرار دینے سے حدیث پر کوئی فرق نہیں پڑے گا، کیونکہ روح بن قاسم سے روایت کرنے میں شبیب بن سعید منفرد ہیں مگر شبیب سے اس حدیث کو تین لوگوں نے روایت کیا ہے اور پھر ان حضرات سے دیگر تین لوگوں نے روایت کیا ہے لہٰذا اس میں طاہر بن عیسیٰ کو کوئی دخل نہیں، دوسری بات یہ کہ طبرانی نے حدیث کی تصحیح کی ہے، اور کسی حدیث کی تصحیح کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

کے سلسلہ میں آتا جاتا تھا اور عثمان بن عفان اس کی طرف التفات نہیں فرماتے تھے نہ اس کی حاجت میں نظر فرماتے، اس آدمی نے عثمان بن حنیف سے ملاقات کی اور آپ سے شکایت کی۔ عثمان بن حنیف نے اس شخص سے کہا: وضو کا برتن لا، پھر وضو کر، پھر مسجد میں آکر دو رکعت نماز ادا کر، اس کے بعد یہ دعا پڑھ: اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے متوجہ ہوتا ہوں یا رسول اللہ میں آپ کے توسل سے آپ کے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں تا کہ وہ میری حاجت پوری فرمائے، پھر اپنی حاجت کا ذکر کر، اور میرے پاس آتا کہ میں تیرے ساتھ چلوں وہ آدمی گیا اور جیسا عثمان بن حنیف نے بتایا تھا ویسا ہی کیا پھر وہ عثمان بن عفان کے دولت سرا پر حاضر ہوا، دربان آیا اور ہاتھ پکڑ کر عثمان بن عفان کی بارگاہ میں لے گیا امیر المؤمنین عثمان غنی نے اسے اپنے پہلو میں بٹھایا پھر کہا تیری کیا ضرورت ہے؟ اس نے اپنی ضرورت کا ذکر کیا، امیر المؤمنین نے اس کی ضرورت کو پورا فرما کر کہا اب تک تو نے اپنی حاجت کا ذکر نہیں کیا یہاں تک کہ اتنا زمانہ ہو گیا، پھر کہا تمہیں جو بھی حاجت درپیش ہو ہمارے پاس آؤ وہ شخص وہاں سے نکلا اور عثمان بن حنیف سے ملاقات کی اور کہا اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

حافظ ابن حجر الہیتمی الجوہر المنظم میں ارشاد فرماتے ہیں:

بقیہ حاشیہ:
تصحیح کرنے والا اس روایت کے رجال کی توثیق کر رہا ہے، جب طبرانی حدیث کو صحیح قرار دے رہے ہیں تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ طاہر بن عیسیٰ کو ثقہ سمجھتے ہیں لہٰذا ان کو مجہول کہنے سے روایت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا''۔

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ: شبیب بن سعید الحبطی کو علی بن المدینی، محمد بن یحییٰ الذہلی، دارقطنی، طبرانی، ابن حبان اور حاکم نے ثقہ قرار دیا ہے، لہٰذا ان کو ضعیف الحفظ قرار دینے کا کوئی معنی نہیں ہے''۔ اس اسناد کی مزید تحقیق کے لئے دیکھئے رفع المنارۃ: علامہ محمود سعید ممدوح، ۱۲۲ تا ص ۱۳۶، دار الامام الترمذی، قاہرہ ۱۹۹۷ء

و هـذا المعنی حاصل فی حیاته و بعد موته و من ثم استعمل السلف هذا الدعاء فی حاجاتهم بعد موته صلی الله علیه وسلم (۳۳)

ترجمہ:- یہ معنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور وفات کے بعد دونوں حالتوں میں حاصل ہے اسی وجہ سے سلف صالحین نے اس دعا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد بھی اپنی حاجات میں استعمال فرمایا ہے۔

یہاں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ صحابہ کے عہد سے لے کر آج تک اس حدیث پر عمل جاری ہے لہٰذا پوری امت مرحومہ کو کافر و مشرک بنانے کے لئے اس دعا کا جواز حضور کی موجودگی کے ساتھ خاص کرنا یہ صرف عوام کو بہکانے اور اپنے بازار کو رونق دینے کے لئے کیا گیا ہے، حقیقت سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔

مدد کے لئے اللہ کے بندوں کو پکارنا

حدیث پاک میں آیا ہے:

اذا انفلتت دابة احدکم فلیناد اعینونی یا عباد الله رحمکم الله ان اراد عونا فلیقل یا عباد الله اعینونی ثلاثاً و قد جُرِّبَ ذلك (۳۴)

ترجمہ:- جب تم میں سے کسی کا چوپایہ چھوٹ کر بھاگ جائے تو وہ اس طرح پکارے: اعینونی یا عباد الله رحمکم الله (اے اللہ کے بندوں میری مدد کرو اللہ تم پر رحم فرمائے) اور جب کوئی مدد چاہے تو کہے یا عباد الله اعینونی تین بار اور یہ عمل آزمایا ہوا ہے۔

مخالفین نے اس حدیث پر دو طرح اعتراض کیا ہے، ایک تو یہ کہ صاحب حصن

(۳۳) الجوہر المنظم: ص ۱۵، دار جوامع الکلم، قاہرہ ۱۹۹۲ء

(۳۴) الحصن والحصین: المنزل الرابع: مایقال اذا انفلتت الحیوان، ص ۱۲۷، مطبع انوار محمدی، لکھنؤ ۱۳۰۶ھ

حصین نے اس پر موقوف کی علامت لگائی ہے، لہٰذا یہ موقوف ہے- دوسرا اعتراض معنی کے اعتبار سے کیا ہے وہ یہ ہے کہ عباد اللہ سے زندہ اور موجود لوگ مراد ہیں اور حضور کے فرمانے کا مقصود یہ ہے کہ اگر لوگوں کا نام جانتا ہو تو ان کا نام لے کر پکارے اور اگر نہیں جانتا تو اس طرح ندا دے "اے اللہ کے بندو" یہ دونوں اعتراض قلت علم کی بنیاد پر ہیں-

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں لفظ رحمکم اللہ موقوف ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ میں موقوفاً مروی ہے اور حدیث کے باقی الفاظ "اذا انفلت دابة الخ" موقوف نہیں ہیں بلکہ مرفوع ہیں، صاحب حصن حصین نے لفظ رحمکم اللہ سے پہلے "ز" کی علامت لگائی ہے، جس سے "بزار" مراد ہے، اور رحمکم اللہ کے بعد "مو" کی علامت ہے جو موقوف کی طرف اشارہ کرتی ہے پھر "مص" کی علامت ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ کی طرف اشارہ کرتی ہے، یہ اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ حدیث کے صرف یہ الفاظ "رحمکم اللہ" موقوف ہیں اور باقی حدیث مسند بزار میں مرفوعاً مروی ہے- (۳۵)

اور پھر اس کے بعد طبرانی کی روایت ہے جو مرفوع ہے اس سے ثابت ہوا کہ یہ جرح محض جہالت اور تعصب کی بنیاد پر کی گئی ہے- (۳۶)

---

(۳۵) صاحب الحصن والحصین نے لفظ "رحمکم اللہ" پر "مو مص" کی علامت لگائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ زیادتی موقوفاً مصنف ابن ابی شیبہ میں مروی ہے، مگر مصنف کا جو نسخہ ہمارے پیش نظر ہے اس میں یہ زیادتی نہیں ہے-

ہاں البتہ بیہقی نے شعب الایمان میں جو روایت نقل کی ہے اس میں یہ زیادتی موجود ہے- شعب الایمان کی مذکورہ روایت حضرت ابن عباس سے موقوفاً مروی ہے، دیکھئے شعب الایمان: البیہقی: ج ۶ ص ۱۲۸

(۳۶) اس روایت کو مختلف ائمہ حدیث نے موقوفاً اور مرفوعاً روایت کیا ہے، اس کی اسناد پر اگر چہ

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

بقیہ حاشیہ:
کلام ہے مگر اس کے مختلف طرق ایک دوسرے کو تقویت دے رہے ہیں۔
پہلی روایت: ۔امام طبرانی نے معجم کبیر میں اس کو حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت کیا ہے:
عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا انفلتت دابة احد كم بأرض فلاة فليناد يا عباد الله احبسوا على فان لله في الارض حاضراً سيحبسه عليكم۔المعجم الکبیر: ج ۱۰ رص ۲۱۷، مکتبۃ العلوم والحکم، الموصل ۱۹۸۳ء
اس روایت کو مندرجہ ذیل محدثین نے نقل کیا ہے:
(الف) امام ابویعلی نے مسند میں دیکھئے: اس روایت کو مندرجہ ذیل محدثین نقل کیا ہے۔مسند ابی یعلی: ج ۹ رص ۱۷۷، دار المامون للتراث، دمشق ۱۹۸۴ء
(ب) امام ابن السنی نے اپنی کتاب ''عمل الیوم واللیلۃ'' میں۔ دیکھئے ص ۱۶۲
(ج) امام نووی نے ابن السنی کے حوالے سے اپنی کتاب ''الاذکار'' میں۔ دیکھئے الاذکار: ص ۱۳۲، المطبعة الوهبية، قاهره ۱۲۹۳ھ
دوسری روایت: امام ابوبکر ابن ابی شیبہ اپنی کتاب ''مصنف'' میں حضرت ابان بن صالح سے مرسلاً روایت کرتے ہیں: عن ابان بن صالح ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا انفرت دابة أحد كم أو بعيرة بفلاة من الارض لايرىٰ بها احداً فليقل: اعينوني عباد الله فانه سيعان۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۶ رص ۱۰۳، مکتبۃ الرشید، الریاض ۱۴۰۹ھ
تیسری روایت: امام البزار نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عباس سے مرفوعاً روایت کی ہے:
عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لله ملائكة في الأرض سوى الحفظة يكتبون مايسقط من ورق الشجر، فاذا اصاب احد كم عرجة بارض فلاة فليناد اعينوا عباد الله۔
اس روایت کے بارے میں امام الہیثمی نے مجمع الزوائد میں فرمایا ہے: "رواه البزار ورجاله ثقات"
اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔
مجمع الزوائد: الہیثمی: ج ۱۰ رص ۱۳۲، دار الریان للتراث، قاہرہ ۱۴۰۷ھ
حافظ ابن حجر نے تخریج الاذکار میں اس روایت کے بارے میں فرمایا:

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

کا آخری حصہ اس معنی پر دلالت نہیں کرتا ہے جو مخالفین بیان کر رہے ہیں۔
ملا علی قاری نے حصن حصین کی شرح میں لکھا ہے کہ عباد اللہ سے مراد یا تو ملائکہ

بقیہ حاشیہ:

"حسن الاسناد غریب جداً"

امام البیہقی نے بھی اس روایت کو شعب الایمان میں حضرت ابن عباس سے موقوفاً روایت کیا ہے۔
دیکھئے: شعب الایمان: ج ۶ ص ۱۲۸ و ج ۱ ص ۱۸۳
یہ روایت مختلف طرق سے ان ائمہ نے اپنی کتب میں نقل کی ہے، ان طریقوں میں بعض ضعیف ہیں بعض حسن ہیں، من جملہ یہ حدیث مقبول کے درجہ کو پہنچ رہی ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ اس پر جلیل القدر ائمۂ حدیث نے عمل کیا ہے۔ کسی ضعیف روایت پر ائمہ کا عمل خود ایک قوی سبب ہے جس کی بنیاد پر حدیث کبھی کبھی حسن کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ جن جلیل القدر ائمہ نے اس حدیث پر عمل کیا ہے، ان میں امام احمد بن حنبل، امام طبرانی اور امام نووی شامل ہیں۔
الف: امام بیہقی شعب الایمان میں اپنی سند کے ساتھ فرماتے ہیں کہ:
امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے امام عبداللہ بن احمد نے فرمایا کہ اپنے والد احمد بن حنبل کو میں نے کہتے ہوئے سنا کہ میں نے پانچ حج کئے جس میں سے دو سوار ہو کر کئے اور تین پیدل کئے یا تین سوار ہو کر اور دو پیدل، ایک حج کے موقعہ پر میں راستہ بھول گیا میں اس وقت پیدل تھا، میں نے کہنا شروع کیا "یا عباد الله دلونا علی الطریق" اے اللہ کے بندوں ہماری رہنمائی کرو، میں یہ کہتا رہا یہاں تک میں صحیح راستہ پر آ گیا۔ ترجمہ: ۔ملخصاً: شعب الایمان: البیہقی، ج ۶ ص ۱۲۸
ب: امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:
"وقد جرب ذلک" (یہ مجرب ہے) المعجم الکبیر: ج ۱۰ ص ۲۱۷، مکتبۃ العلوم والحکم: الموصل ۱۹۸۳ء
ج: امام نووی نے اذکار میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ "علم میں بڑا مرتبہ رکھنے والے ہمارے بعض مشائخ نے حکایت کی کہ ایک مرتبہ ان کا چوپایہ کہیں چھوٹ کر بھاگ گیا، ان کو یہ حدیث یاد تھی، انہوں نے یہی کہا، اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اس چوپائے کو روک دیا۔ خود میں (یعنی امام نووی) ایک مرتبہ قافلہ میں تھا، ہمارا چوپایہ بھاگ گیا، اس کو روکنے میں ہم ناکام ہو گئے، تو میں نے یہی کہا (اعینونی یا عباد الله) یہ کہتے ہی وہ چوپایہ رک گیا۔
الاذکار: امام النووی: ص ۱۳۲، المطبعۃ الوھبیۃ، قاہرہ ۱۲۹۳ھ

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

ہیں یا مسلمان جنات ہیں یا رجال غیب ہیں جن کو ابدال کہا جاتا ہے۔(۳۷)

امام طبرانی نے معجم میں زید بن علی سے انہوں نے عقبہ بن غزوان سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا ضل احدکم شئیاً او اراد احدکم عونا و ھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یا عباد اللہ اغیثونی، یا عباد اللہ اغیثونی یا عباد اللہ اغیثونی فان للہ عباد لا نریٰ ھم۔(۳۸)

ترجمہ:- جب کوئی چیز گم ہو جائے یا کوئی شخص کسی ایسی جگہ جہاں کوئی مونس نہ ہو اپنی مدد چاہے تو کہے- اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو- اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جنہیں ہم نہیں دیکھتے ہیں-

اس حدیث کو نقل کر کے امام طبرانی لکھتے ہیں: و قد جُرِّب ذلك (یہ عمل مجرب ہے)

ملا علی قاری حرز ثمین میں فرماتے ہیں کہ بعض علمائے ثقات نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے بعض مشائخ نے کہا ہے کہ یہ عمل مجرب ہے-(۳۹)

دوسرا اعتراض اس غلط فہمی کی بنیاد پر ہے کہ حدیث کے لفظ "وھو بارض لیس بھا

بقیہ حاشیہ:

اس حدیث کی تخریج کے سلسلہ میں ہم نے علامہ محمود سعید ممدوح کی کتاب "رفع المنارۃ" سے استفادہ کیا ہے- دیکھئے: رفع المنارۃ از ص ۲۲۵ تا ۲۳۰، علامہ محمود سعید ممدوح: دار الامام الترمذی، قاہرہ ۱۹۹۷ء

(۳۷) الحرز الثمین: ملا علی قاری: علی ہامش الحصن الحصین: ص ۱۲۷، مطبع انوار محمدی، لکھنؤ ۱۳۰۶ھ

(۳۸) المعجم الکبیر: ج ۱۷ ص ۱۱۷، مکتبۃ العلوم والحکم، الموصل ۱۹۸۳ء

(۳۹) الحرز الثمین شرح الحصن الحصین: ملا علی قاری، ص ۱۲۷ (علی حاشیہ الحصن) مطبع انوار محمدی، لکھنؤ ۱۳۰۶ھ

انیس " سے مراد ایسی جگہ ہے جہاں اور لوگ تو موجود ہوں مگر اس کے جان پہچان کے لوگ موجود نہ ہوں لہٰذا وہ اجنبی لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے ان سے مدد طلب کر سکتا ہے مگر حدیث کے آخری الفاظ اس معنی کے مراد ہونے کے متحمل نہیں ہیں۔ (۴۰)

اور مخالفین نے یہ جو معنی گڑھا ہے وہ حضرت خیر الانام کے کلام بلاغت نظام کے بھی مخالف ہے اور ایسی جگہ ہونا جہاں کوئی نہیں ہو اس سے حالت اضطرار مراد ہے کیونکہ اس قسم کے موقعہ پر لوگ ایک سے زیادہ ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور ﷺ ہر امتی کے سلام کا جواب دیتے ہیں

عن ابی هريرة ما من احد يسلم عليّ الا رد الله روحي حتى ارد عليه السلام (۴۱)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ میری روح کو لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس

---

(۴۰) روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں "فان لله عبادا لا نراهم" (اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جن کو ہم نہیں دیکھتے) یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ حدیث میں جن لوگوں کو پکارنے کا حکم دیا جا رہا ہے وہ پکارنے والے کو نظر نہیں آ رہے ہیں۔ لہٰذا اگر یہاں عباد اللہ سے مراد ایسے لوگ لئے جائیں جو پکارنے والے کے جان پہچان کے نہ ہوں بلکہ اجنبی لوگ ہوں تو پھر حدیث کے یہ آخری الفاظ بے معنی ہو کر رہ جائیں گے۔ ان آخری الفاظ کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ جن اللہ کے بندوں کو مدد کے لئے پکارا جا رہا ہے وہ ظاہری طور پر پکارنے والے کے سامنے نہیں ہیں۔

(۴۱) الف: سنن ابی داؤد: باب زیارۃ القبور: ج ۲، ص ۲۱۸، دار الفکر، بیروت

ب: السنن الکبریٰ: البیہقی: ج ۵/ص ۲۴۵، باب زيارة قبر النبي، دار الباز، مکہ مکرمہ ۱۹۹۴ء

ج: مسند احمد ابن حنبل: ج ۲/ص ۵۲۷، موسسہ قرطبہ، قاہرہ

د: المعجم الاوسط: ج ۳/ص ۲۶۲، دار الحرمین، قاہرہ ۱۴۱۵ھ

و: حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا: رواته ثقات (یعنی اس کے راوی ثقہ ہیں) فتح الباری: ج ۷/ص ۴۸۸، دار المعرفۃ، بیروت ۱۳۸۹ھ

کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

ملا علی قاری نے مرقاۃ میں لکھا ہے:

قال ابن حجر رواہ الطبرانی و ابن عساکر و سندہ حسن بل صححہ النووی فی الاذکار و غیرہ و فی روایۃ تقیید السلام بکونہ عند قبرہ لکن قال بعض الفاظ لم اقف علی ھذہ الزیادۃ فیما رایتۂ من طرق الحدیث۔ (۴۲)

ترجمہ:- ابن حجر نے فرمایا کہ اس حدیث کو طبرانی اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے بلکہ امام نووی نے اذکار میں اس کی تصحیح کی ہے، اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس سلام کرے لیکن بعض حفاظ حدیث نے کہا ہے کہ الفاظ کی اس زیادتی پر ہم مطلع نہیں ہیں۔

مرقاۃ میں ملا علی قاری ابن حجر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حدیث پاک میں ''روحی'' سے نطقی مراد ہے، یعنی اللہ تعالیٰ مجھے قوت گویائی عطا فرما دیتا ہے۔

ارد علیہ السلام۔ (۴۳) یعنی میں کہوں گا وعلیک السلام۔

قاضی عیاض نے کہا شاید حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی روح مطہر کو سلام کرنے والے کی طرف متوجہ کر دیتا ہے تا کہ آپ علیہ السلام اس کے سلام کا جواب عنایت فرمائیں۔

اور دنیا میں بھی آپ علیہ السلام کا یہی معاملہ تھا اللہ تعالیٰ وحی سے جو کچھ آپ کی طرف بھیجتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپنی امت تک پہنچاتے تھے، اس لئے کہ آپ رحمت ہیں دنیا میں برزخ میں اور آخرت میں اپنی امت کے لئے۔

---

(۴۲) مرقاۃ: ج ۳ رص ۱۰، فیصل پریس، دیو بند ۲۰۰۵ء

(۴۳) مرقاۃ شرح مشکوۃ: ج ۳ رص ۹ کتاب الصلوۃ: باب الصلوٰۃ علی النبی و فضلھا، مطبع فیصل پریس، دیو بند ۲۰۰۵ء

ابن مالک نے فرمایا "رد روح" یعنی روح کی واپسی کنایہ ہے علم سے یعنی اللہ آپ کو علم عطا فرماتا ہے کہ فلاں شخص نے آپ پر سلام بھیجا ہے، آپ اس کا جواب دیں۔(۴۴)

اور امام سیوطی نے اس موضوع پر خاص ایک رسالہ لکھا ہے اور اس حدیث کے معنی پر جتنے اعتراض وارد ہوتے ہیں، اس کا جواب دیا ہے۔(۴۵)

حضرت شیخ عبدالحق نے ترجمہ مشکوۃ لکھا ہے:

"مراد بعود روح نہ عود او است بعد از مفارقت بلکہ افاقت توجہ اوست بایں عالم و سماع صلوۃ و سلام است و آن حضرت مشغول است در برزخ با حوال ملکوت و مستغرق ست در مشاہدہ رب العزت چنانکہ در دنیا در حالت وحی بود پس تعبیر کردہ شدہ ازا فاقت وی از آن مشاہد و استغراق برد روح چنانکہ در حدیث معراج واقع شدہ کہ فاستیقظت وانا باالمسجد الحرام پس بیدار شدم و حال آنکہ من در مسجد حرام و معراج در خواب نبود برمذہب حق پس مراد افاقت و

(۴۴) مرجع سابق

(۴۵) امام جلال الدین سیوطی کے مذکورہ رسالے کا نام "انتباہ الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء" ہے اس میں امام سیوطی فرماتے ہیں:

ایک سوال پیدا ہوا کہ یہ بات مشہور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی مجھے سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹاتا ہے پھر میں اس کے سوال کا جواب دیتا ہوں، اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعض اوقات حضور کی روح آپ کے جسم سے جدا ہوتی ہے تو ان دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق کیسے ہوگی۔ انتباہ الاذکیاء ص۲، مطبعہ محمدی، لاہور

اس کے بعد امام سیوطی نے بارہ وجوہ سے اس سوال کا جواب دیا ہے اور رد روح کے مختلف معانی بیان کئے ہیں، ان میں بعض وہی ہیں جو شفاء اور شرح مشکوۃ کے حوالے سے یہاں مذکور ہوئے۔

برآمدن از مشاہدہ آن عالم"۔ (۴۶)

ترجمہ:۔ ردروح کا یہ مطلب نہیں کہ روح جسم میں لوٹ کر آتی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ روح اس عالم کی طرف متوجہ ہوتی ہے، اور صلاۃ وسلام کو سنتی ہے اس لئے کہ برزخ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احوال ملکوت کے معائنہ میں مشغول ہیں۔

اور رب العزت کی تجلیات کے مشاہدہ میں مستغرق ہیں جیسا کہ دنیا میں وحی نازل ہوتے وقت آپ کی کیفیت تھی [وحی کے استغراق سے جب آپ دنیا کی طرف متوجہ ہوا کرتے تھے تو اس کیفیت کو "افاقہ" سے تعبیر کیا گیا ہے، اسی طرح یہاں اس مشاہدہ واستغراق سے افاقہ کو ردِّ روح سے تعبیر کیا گیا ہے، جیسا کہ حدیث معراج میں آیا ہے: استیقظت وانا بمسجد الحرام۔ یعنی میں اس حال میں بیدار ہوا کہ میں مسجد حرام میں تھا، ظاہر ہے کہ مذہب حق پر معراج خواب میں نہیں ہوتی تھی، لہٰذا بیدار ہونے سے یہاں اس عالم کے مشاہدہ سے افاقہ مراد ہے۔

حضور ﷺ قبر میں اپنی امت کے احوال سے واقف ہیں

مواہب اللدنیہ میں لکھا ہے کہ اس معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات وموت میں کوئی فرق نہیں ہے اپنی امت کے مشاہدہ اوران کے احوال کی معرفت وغیرہ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ سلم پر ظاہر ہے کچھ بھی مخفی نہیں اگر اعتراض کیا جائے کہ یہ تو اللہ کی خاص صفت ہے، بندوں کو کیسے حاصل ہوسکتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جو بھی عالم برزخ کی طرف مومنین میں سے انتقال کرتا ہے، وہ زندوں کے احوال سے واقف ہوتا ہے، جیسا کہ یہ مسئلہ اپنے محل میں صاف لکھا ہوا ہے۔

ابن مبارک نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے:

(۴۶) اشعۃ اللمعات: ج ۱/ص ۲۶۲ ۳، کتاب الصلوٰۃ: باب الصلوٰۃ علی النبی وفضلھا: مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ ۱۲۹۰ھ

لیس یوم الا یعرض علی النبی صلی الله علیه وسلم اعمال امته غدوة و عشیة فیعرف بسیماهم و اعمالهم فلذلك یشهدلهم

ترجمہ:- ہر دن صبح وشام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کی امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں تو ان کے اعمال اور نشانیوں سے آپ انہیں پہچان لیں گے اسی کے سبب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر گواہی دیں گے-

ابن سعد نے طبقات میں اس کو روایت کیا ہے، شارح کہتے ہیں اس کے رجال ثقات ہیں- نیز حضور علیہ السلام نے فرمایا:

حیاتی خیر لکم تحدثون و یحدث لکم فاذا انامتّ کانت وفاتی خیراً لکم تعرض علیّ اعمالکم فان رأیت خیرا حمدت الله تعالیٰ و ان رایت شرا استغفرت لکم (٤٧)

---

(٤٧) اس حدیث کوامام بزار نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت کیا ہے-
دیکھیے: مسند البزار: ج۵/ص۳۰۸، مؤسسة علوم القرآن، بیروت۱۴۰۹ھ، امام بزار کی سند مندرجہ ذیل ہے:
حدثنا یوسف بن موسیٰ حدثنا عبد المجید بن عبد العزیز بن أبي رواد عن سفیان عن عبد الله بن السائب عن زاذان عن عبد الله عن النبی صلی الله علیه وسلم
حافظ زین الدین عراقی نے "طرح التثریب" میں فرمایا "اسناده جید" (اس کی سند عمدہ ہے)
دیکھیے: "طرح التثریب فی شرح التقریب، ج۳/ص۲۹۷، دارالکتب العلمیۃ، بیروت۲۰۰۰ء
امام سیوطی نے الخصائص الکبریٰ میں اسی معنیٰ کی دوسری حدیث نقل کر کے فرمایا: "واخرج البزار بسند صحیح من حدیث ابن مسعود مثله" (بزار نے ایسی ہی روایت صحیح سند سے حضرت ابن مسعود سے کی ہے
الخصائص الکبریٰ، ج۲/ص۲۸۱، دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدرآباد۱۳۲۰ھ
اس کے علاوہ تخریج شفاء میں بھی امام سیوطی نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے-
اس کی سند میں ایک راوی عبدالمجید بن عبدالعزیز بن رواد ہیں، ان پر بعض حضرات نے کلام کیا

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

ترجمہ:-میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے تم دین کی باتیں پوچھتے ہو اور اس کا جواب دیا جاتا ہے اور جب میرا وصال ہوگا وہ بھی تمہارے لئے بہتر ہوگا تمہارے اعمال میرے اوپر پیش کئے جائیں گے اور وہ بہتر ہونگے تو میں اللہ کی حمد بیان کروں گا اور اگر وہ برے ہونگے تو تمہارے لئے استغفار کروں گا۔

مواہب اللدنیہ میں لکھا ہے:

ولاشك ان حياة الانبياء عليهم الصلوة والسلام ثابتة معلومة مستمرة نبينا صلى الله عليه وسلم افضلهم و اذا كان كذالك فينبغى ان تكون

بقیہ حاشیہ:

ہے، حالانکہ وہ رجال مسلم میں سے ہیں۔ ابن معین، احمد، ابو داؤد، نسائی، ابن شاہین اور خلیلی وغیر ہم نے ان کو "ثقہ" قرار دیا ہے۔

اس کے علاوہ اس حدیث کے دیگر طرق بھی ہیں، حضرت انس بن مالک سے مرفوعا، بکر بن عبداللہ المزنی سے مرسلا اور محمد بن علی بن الحسین سے معضلا مروی ہے۔

بکر بن عبداللہ کی مرسل روایت تین طریقوں سے مروی ہے، جس میں دو طریقے صحیح ہیں، حضرت بکر بن عبداللہ المزنی اجلۂ تابعین میں سے ہیں۔ ان کے دو صحیح طریقوں میں سے ایک کا ذکر کے شیخ ابن تیمیہ کے شاگرد رشید، ان کے پرزور حامی اور ان کا دفاع کرنے والے ابن عبدالہادی لکھتے ہیں: وهذا اسناد صحيح الى بكر المزنى (بکر مزنی تک یہ اسناد صحیح ہے)۔

الصارم المنكي: ص ۲۱۷، المطبعة العامرة الخيرية، مصر ۱۳۱۹ھ

محدث مغرب علامہ عبداللہ بن الصدیق الغماری نے اس حدیث کے سلسلہ میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے، جس میں اس کے تمام طرق پر تحقیقی گفتگو کرتے ہوئے اس کو صحیح ثابت کیا ہے،

ان کے رسالہ کا نام "نهاية الآمال فى شرح و تصحيح حديث عرض الاعمال" ہے۔

حسب عادت شیخ ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو بھی اپنی خود ساختہ جرحوں اور علتوں سے ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، علامہ محمود سعید ممدوح نے ان تمام اعتراضات کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے اس حدیث کی صحت کو ثابت کیا ہے۔ دیکھئے: رفع المنارة فى تخريج احاديث التوسل و الزيارة، از ص ۱۵۶ تا ص ۱۶۹ دار الامام الترمذی، قاہرہ ۱۹۹۷ء

مندرجہ بالا تخریج کے لئے ہم نے اسی کتاب سے استفادہ کیا ہے۔

حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم اکمل و اتم من حیاۃ سائرھم فان قال سقیم الطبع ردی الفھم لو کانت حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم مستمرۃ ثابتۃ لما کان لرد روحہ معنی کما قال رد اللہ علیّ روحی- یجاب علی ذلک من وجوہ- احدھا ان ھذا اعلام بثبوت وصف الحیاۃ دائماً لثبوت رد السلام فوصف الحیاۃ لازم لرد السلام اللازم و اللازم یجب وجودہ عند ملزومہ اوملزوم ملزومہ فوصف الحیاۃ ثابت دائما لان ملزوم ملزومہ دائماً و ھذا من نفاثات سحر البیان فی اثبات المقصود و باکمل انواع البلاغۃ و اجمل فنون الراعۃ التی ھی قطرۃ من بحار بلاغتہ العظمی-

و منھا ان ذلک عبارۃ عن اقبال خاص و التفات روحانی یحصل من الحضرۃ النبویۃ الی عالم الدنیا و قوالب الاجساد الترابیہ و تنزل الی دائرۃ البشریۃ حتی یحصل عند ذلک رد السلام و ھذا الاقبال یکون عاماً شا ملا حتی لو کان المسلمون فی کل لمحۃ اکثرمن الف الف الف لوسعھم ذلک الاقبال النبوی و الالتفات الروحانی و لقد رأیت من ذلک مالا استطیع ان اعبر عنہ و لقد احسن من سئل کیف یرد النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی من یسلم علیہ من مشارق الارض و مغاربھا فی آن واحد فأنشد قول ابی الطیب-

کالشمس فی وسط السماء ونورھا

یغشی البلادمشارقاً و مغارباً

و لاریب ان حالہ صلی اللہ علیہ وسلم فی البرزخ افضل و اکمل من حال الملائکۃ ھذا سیدنا عزرائیل علیہ السلام یقبض مائۃ الف روح فی وقت لایشغلہ قبض عن قبض و ھو مع ذلک مشغول بعبادۃ اللہ تعالیٰ-(۴۸)

ترجمہ:- اس میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات ثابت اور مستمر ہے

(۴۸) المواہب اللدنیہ: ج ۴/ص ۵۸۶، ۵۸۷، مطبوعہ پوربندر، گجرات ۲۰۰۱ء

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تمام انبیاء سے افضل ہیں تو ضروری ہے کہ آپ کی حیات بھی ان سب کے مقابلے میں افضل، اکمل اور اتم ہو، اب اگر کوئی قلیل الفہم اور بیمار ذہنیت کا شخص یہ اعتراض کرے کہ اگر آپ کی حیات مستمر ہوتی تو پھر روح کی واپسی کا کوئی معنی نہیں ہوتا جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ جب کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ میری روح کو واپس کر دیتا ہے۔

اس اعتراض کے کئی جوابات ہیں:

پہلا جواب: روح کی واپسی کی طرف اشارہ کرنا یہ دراصل حیات مستمرہ کے ثبوت کی طرف اشارہ ہے، اس طور پر کہ سلام کا جواب دینا ثابت ہے، اور جواب کے لئے وصف حیات لازم ہے اور لازم کا وجود اس کے ملزوم کے وجود کے لئے ضروری ہے یا اس کے ملزوم کے لئے ضروری ہے، تو وصف حیات یہ مستمر اور دائمی ہے، کیونکہ اس کے ملزوم کا ملزوم دائمی ہے۔

دوسرا جواب: ۔ یہ ہے کہ رَدِ روح اقبال خاص اور توجہ روحانی کا نام ہے کہ حضور کو حاصل ہے، عالم اجسام اور قوالب اجساد کی جانب، اور نزول کرنے سے دائرہ بشر کی طرف تا کہ آپ سلام کا جواب دیں اور یہ توجہ اور اقبال عام کو شامل ہے، یہاں تک کہ اگر ایک لمحہ میں کروڑوں مسلمان ایک ساتھ سلام بھیجیں تو بھی التفات روحانی اور اقبال نبوی سب کو وسعت کرے اور اس کو میں نے بتحقیق دیکھا ہے کہ اس کو تعبیر کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور کسی نے کیا خوب جواب دیا کہ جب اس سے پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیسے جواب دیتے ہیں جب کہ لوگ مشارق ومغارب سے سلام بھیجتے ہیں تو اس نے جواب میں ابوطیب کا یہ شعر پڑھا۔

کالشمس فی وسط السماء ونورها
یغشی البلادمشارقاً و مغارباً

ترجمہ: ۔ گویا حضور وسط آسمان میں ایسے سورج کے مثل ہیں، جس کا نور مشرق و

مغرب کے شہروں کو ڈھانپ لیتا ہے۔

اور اس بات میں بھی شک نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم برزخ میں ملائکہ سے بھی اکمل وافضل حالت میں ہیں، یہ عزرائیل علیہ السلام ہیں کہ ایک وقت میں ہزاروں جگہ ہزاروں لوگوں کی ارواح قبض کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی عبادت میں بھی مشغول ہیں۔

بعض ناقص الفہم لوگ کہتے ہیں کہ یہ حضور علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے اور آپ کے خصائص میں سے ہے دوسروں (شہداء واولیاء) کے حق میں ایسا نہیں ہے یہ فہم خاطی ہے اس لئے کہ یہ الفاظ دوسروں کے حق میں بھی وارد ہوئے ہیں۔

طبرانی نے حضرت عبد اللہ ابن عمر سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کے بارے میں فرمایا:

و الذی نفسی بیده لا یسلم علیهم احد الا ردّوا الی یوم القیامة (۴۹)

ترجمہ:- قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کوئی انہیں (شہدائے احد) کو سلام نہیں کرتا ہے مگر وہ جواب دیتے ہیں اور یہ عمل تا قیامت ہوتا رہے گا۔

شرح برزخ میں ہے:

قوله تعالیٰ یرزقون مخصوص بالشهداء واما الادراکات کالعلم والسمع فلاشك ان ذلك ثابت لهم ولسائر الموتی و علیه اهل السنة (۵۰)

---

(۴۹) الف: المعجم الاوسط: ج۴رص ۹۷، مطبع دار الحرمین، قاہرہ ۱۴۱۵ھ

ب: المعجم الکبیر: عن عبد الله بن عمر: ج ۲رص ۳۶۴: مکتبة العلوم والحکم، الموصل ۱۹۸۳ء

ج: طبقات ابن سعد: ج ۳رص ۱۲۱: دار صادر، بیروت

(۵۰) مصنف نے یہ عبارت ''شرح برزخ'' کے حوالے سے لکھی ہے، راقم الحروف کو یہ کتاب دستیاب نہ ہو سکی۔

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کا قول کہ ''شہداء رزق دیئے جاتے ہیں'' یہ شہداء کے ساتھ خاص ہے ورنہ ادراکات یعنی علم اور سننا اس میں شک نہیں کہ یہ شہداء اور تمام مردوں کے لئے ثابت ہے اور اہل سنت کا یہی موقف ہے۔

حضور ﷺ کے نام کی برکت

جان لو کہ حضور علیہ السلام کا نام چاہے نداء کے ذریعہ لیا جائے یا بغیر نداء کے اس میں اللہ نے بڑا عظیم اثر رکھا ہے۔ دوسرے اسماء کی برکتیں اور تاثیریں ثابت ہیں تو حضور علیہ السلام کی شان تو سب سے ارفع واعلیٰ ہے۔

قاضی عیاض شفاء میں نقل کرتے ہیں۔

ان عبد الله ابن عمر خدرت رجله فقيل له اذكر احب الناس اليك يزل عنك فصاح يا محمد اه فانتشرت۔ (۵۱)

ترجمہ:- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا پیر سن ہو گیا تو ان سے کہا گیا اپنے سب سے محبوب شخص کو یاد کیجیے آپ کے پیر کی یہ حالت زائل ہو جائے گی ابن عمر نے یا محمداہ زور سے پکارا تو آپ کا پیر صحیح ہو گیا۔

مشکوۃ میں ابن المنکدر سے روایت ہے کہ:

---

(۵۱) شفاء: فصل فيماروى عن السلف من محبتهم للنبى صلى الله عليه وسلم وشوقهم له ج ۲ ص ۲۳، پوربندر، گجرات
اس روایت کو امام بخاری نے اپنی سند سے الادب المفرد میں نقل کیا ہے۔ دیکھئے: الادب المفرد: باب مايقول الرجل اذاخدرت رجله ص ۱۴۰، مطبع خلیلی، آرہ ۱۳۰۶ھ، امام نووی نے بھی اس کو اپنی کتاب ''الاذکار'' میں ابن السنی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔
دیکھئے: الاذکار ص ۱۷۹، المطبعة الوهبية، قاہرہ ۱۲۹۳ھ
امام نووی نے ''الاذکار'' میں بطریق مجاہد حضرت عبداللہ ابن عباس سے بھی ایسی ہی روایت کی ہے: مگر اس میں ''یا محمد'' کے بجائے ''محمد'' ہے۔ (دیکھئے مرجع سابق)

انّ سفینة مولیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم اخطأ الجیش بارض الروم او اسر فانطلق ھارباً یلتمس الجیش فاذا ھو بالاسد فقال یا ابا الحارث انا مولی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم کان امری کیت کیت فاقبل الاسد لہ بصیصہ حتی قام الی جنبہ کلما سمع صوتا اھوی الیہ ثم اقبل یمشی الی جنبہ حتی بلغ الجیش ثم رجع الاسد (۵۲)

ترجمہ:- رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام سفینہ روم کی زمین میں لشکر اسلام سے جدا ہو گئے یا قید ہو گئے (راوی کو شک ہے) پھر وہ لشکر کو تلاش کرتے ہوئے دوڑتے ہوئے چلنے لگے ناگاہ ایک شیر ان کے سامنے آ گیا، حضرت سفینہ نے کہا، اے ابو الحارث! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں اور میرا معاملہ ایسا ہے تو شیر ان کے سامنے دم ہلانے لگا اور آپ کے پہلو میں آ کر کھڑا ہو گیا، جب بھی وہ شیر کوئی آواز سنتا تو اس کی طرف کان لگاتا پھر آپ کے پہلو میں چلنے لگتا یہاں تک کہ حضرت سفینہ لشکر تک پہنچ گئے اور شیر جنگل کی طرف لوٹ گیا-

امام بوصیری نے اس مرتبہ کی طرف کیا خوب اشارہ کیا ہے-

و من تکن برسول اللّٰہ نصرتہ ان تلقہ الا سد فی آجامھا تجم (۵۳)

ترجمہ:- جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت حاصل ہو اگر جنگل میں

(۵۲) مشکوۃ شریف: باب الکرامات فصل ثانی ج ۲ ص ۵۴۵، مکتبہ، اصح المطابع، دہلی، صاحب مشکوۃ نے اس کو امام بغوی کی شرح السنہ - کے حوالے سے نقل کیا ہے، اس کے راوی ابن المنکدر ہیں، یہ محمد بن المنکدر التیمی ہیں، آپ کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے، آپ نے حضرت جابر بن عبد اللہ، انس بن مالک اور عبد اللہ بن زبیر جیسے جلیل القدر صحابہ سے حدیث کی سماعت کی، آپ سے ایک جماعت کثیر نے روایت کی ہے، جن میں سفیان ثوری بھی شامل ہیں، ۱۳۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی- دیکھئے: مرقاۃ: ملا علی قاری ج ۱۱ ص ۹۴، فیصل پریس دیوبند ۲۰۰۵ء

(۵۳) امام بوصیری: قصیدۂ بردہ: الفصل الثامن فی جھادہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اسے شیر مل جائیں تو بھاگ جاتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب جو صاحب تقویت الایمان کے حقیقی دادا ہیں وہ اپنے رسالہ "القول الجمیل" میں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ اصحاب کہف کے نام ڈوبنے، جلنے، لٹنے اور چوری سے امان دیتے ہیں۔

حضرت زید بن خارجہ کا حیرت انگیز واقعہ

شفا قاضی عیاض میں مذکور ہے کہ:

"عن نعمان بن بشیر ان زید بن خارجة خر میتا فی بعض ارقة المدینة فرفع و سجی اذا سمعوهٗ بین العشائین و النساء یصرخن حوله یقول انصتوا انصتوا محسر عن وجهه فقال محمد رسول الله النبی الامی و خاتم النبیین کان ذلك فی الکتاب الاول ثم قال صدق صدق و ذکر ابا بکر و عمر و عثمان ثم قال السلام علیك یا رسول الله و رحمة الله و برکاته ثم عاد میتا کما کان۔ (۵۴)

ترجمہ:۔نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ زید بن خارجہ مدینہ کی کسی گلی میں گر کر

(۵۴) الف: شفا: ج ۱/ص ۳۲۱، فصل فی احیاء الموتیٰ و کلامهم، مطبوعہ پور بندر، گجرات

ب: دلائل النبوة البیهقی ج ۶/ص ۵۶

بروایت سعید بن مسیب وقال: والروایة فی ذلك صحیحة ثابتة ترجمہ: بیہقی نے کہا اس کے بارے میں روایت صحیح ثابت ہے۔

ج: الروض الانف: امام السهیلی ج ۴/ص ۴۳۶، زید بن خارجه تکلم بعد الموت فیماروی ثقات اهل

الحدیث لایختلفون فی ذلك ترجمہ: امام سہیلی نے فرمایا کہ زید ابن خارجہ کا موت کے بعد کلام کرنا ثقات اہل حدیث کی روایت میں ہے۔ جس میں ان کا کوئی اختلاف نہیں۔

د: السیرة الحلبیة: علی بن برهان الدین الحلبی ج ۲/ص ۵۴۰، دار المعرفة، بیروت

ہ: الخصائص الکبریٰ: السیوطی ج ۲/ص ۱۴۲، دار الکتب العلمیة، بیروت، ۱۹۸۵ء

جاں بحق ہو گئے، انہیں وہاں سے لایا گیا اور چہرہ پر ایک کپڑا ڈال دیا گیا، مغرب و عشاء کے درمیان عورتیں ان کے اردگرد رو رہی تھیں کہ ناگاہ ایک آواز آتی ہے کہ خاموش رہو، خاموش رہو ان کے چہرے سے کپڑا اٹھایا گیا تو وہ کہہ رہے تھے کہ محمد مصطفیٰ اللہ کے رسول، نبی امی اور انبیاء کے خاتم ہیں اور یہ کتاب اول یعنی لوح محفوظ میں لکھا ہے پھر کسی غیبی منادی نے کہا سچ کہا، سچ کہا، اس کے بعد انہوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر کیا پھر ''یا رسول الله السلام علیك ورحمة الله وبرکاته'' پڑھا پھر اس کے بعد جس طرح مردہ تھے ویسے ہی ہو گئے۔

سبحان اللہ زید کو کیا دولت نصیب ہوئی۔

شعر

نہ پنداری کہ شوق یار از دل می رود بیروں

چوں میرد مبتلا میرد چوں خیزد مبتلا خیزد

ترجمہ:- تو یہ وہم وگمان مت کر کہ محبوب کی محبت دل سے نکل جائے گی، جب محب مرے گا تو محبوب کے عشق میں مبتلا ہو کر مرے گا اور جب دوبارہ زندہ ہو کر اٹھے گا تو شوق یار لے کر اٹھے گا۔

الٰہی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں معاصرین میں سے بعض ضعیف الایمان والعقیدہ لوگوں کے علی الرغم جو ندائے یا رسول اللہ کو شرک کہتے ہیں، اس خاکسار بے مقدار کے نصیب میں بھی انہیں کلمات پر خاتمہ نصیب فرما۔ آمین یا رب العالمین۔ (۵۵)

(۵۵) مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلہ سے یہ ناکارہ مترجم بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہے کہ اس ناکارہ کا خاتمہ بھی انہیں مبارک کلمات پر ہو۔ آمین بجاہ حبیبه الکریم

صحابہ کے بعض اشعار

ابن عبدالبر نے استیعاب میں روایت کی ہے:

صحابیٔ رسول نابغہ جعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حضرت ابوموسیٰ اشعری کے دو رحکومت میں جانور چرانے کے معاملہ میں کوڑے لگائے گئے، آپ نے چند اشعار کہے اور پڑھے ان میں سے دو شعر یہ ہیں:

فیا قبر النّبی وصاحبیہ   الا یاغوثنا لو تسمعونا

الا صلی الھکم علیکم   ولا صلیٰ علی الامراء فینا (۵۶)

ترجمہ:- اے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں صاحبوں (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر) کی قبر، اے ہمارے مددگار! کاش آپ ہمیں سنیں (اور ہماری مدد کریں- آپ سب پر آپ کا پروردگار درود وسلام نازل فرمائے اور ہمارے درمیان جو فرماں روا ہیں ان سے اپنی رحمتیں اور عنایتیں روک لے-

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابۂ کرام نے بے شمار قصائد نظم فرمائے وہ سارے قصائد سلف صالحین نے املا کرائے اور کتابوں میں لکھے، خطبوں اور تقریروں میں پڑھے اور آج تک حضور کے محبین ومخلصین ان کو پڑھتے آرہے ہیں ان سارے قصائد میں جگہ جگہ ندا وخطاب کا استعمال ہوا ہے، ان میں سے بعض اشعار یہاں نقل کیے جاتے ہیں- حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

الا یارسول اللہ کنت رجائنا   و کنت بنا برا ولم تك جافیا

و کنت رحیما ھادیا و معلما   لبیك علیك الیوم من کان باکیا

علیك منّی السلام تحیۃ   و دخلت جنات من العدن راضیا

(۵۶) الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ابن عبدالبر: ج۴/ص ۵۱۸، دارالجیل، بیروت ۱۴۱۲ھ

ترجمہ:- اے اللہ کے رسول آپ ہماری امید ہیں، ہمارے اوپر احسان وانعام فرمانے والے ہیں، خشک مزاج نہیں ہیں، آپ رحم فرمانے والے، رہنما اور معلم ہیں، آج آپ کی جدائی کے غم میں جو رونے والا ہے، اس کے غم میں ہم بھی لبیک کہتے ہوئے شریک ہیں، آپ پر میری جانب سے صلوۃ وسلام ہو، آپ جنات عدن میں راضی خوشی داخل ہو گئے۔

حضرت صدیق اکبر فرماتے ہیں

و دعنا الوحی اذ ولیت عنا　　فودعنا من اللہ الکلام

سوی ما قد ترکت لنا رھیناً　　تضمنہ القراطیس الکرام

ترجمہ:- آپ کے پردہ فرمانے سے سلسلۂ وحی ہم سے منقطع ہو گیا، اس طرح اللہ تعالیٰ سے (بالواسطہ) شرف ہم کلامی سے ہم محروم ہو گئے، صرف اس اثاثہ (قرآن) کے علاوہ ہمارے پاس بظاہر کچھ نہیں بچا جو پاکیزہ دفتروں میں محفوظ ہے۔

حضرت حسان نے فرمایا:

کنت السواد لناظری　　فعمی علیك الناظر

من شاء بعدك فلیمت　　فعلیك انت احاذر

ترجمہ:- آپ میری آنکھوں کے نور تھے، تو آپ کے بعد یہ آنکھیں بے نور ہو گئیں، آپ کے (پردہ فرمانے کے) بعد اب جو چاہے مر جائے، میں آپ کی تائید میں ہمیشہ سینہ سپر رہا۔

یہ چند اشعار ہیں جو مواہب لدنیہ میں نقل کئے گئے ہیں، اگر ان کلمات ندائیہ اور خطابیہ کو تابعین اور ان کے بعد سلف صالحین کے کلام میں تلاش کیا جائے تو اس سے ایک پوری کتاب تیار ہو جائے گی۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ملا علی قاری نے امام شافعی کے یہ اشعار نقل کئے ہیں:

یا اھل بیت رسول اللہ حبکم　　فرض من اللہ فی القرآن انزلہ

کفاکم من عظم القدر انکم　　من لم یصل علیکم لا صلوۃ لہ

ترجمہ:- اے اہل بیت رسول تمہاری محبت اللہ کی جانب سے فرض ہے، اس کو اللہ نے قرآن میں نازل کیا ہے، تمہاری عظمت و رفعت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز مقبول نہیں۔

امام شافعی نے نعت میں فرمایا ہے:

یا واحد الدھر یا عین الوجود و یا　　غیث الانام وھادی کل حیران

ترجمہ:- اے یکتائے روزگار، اے عین وجود، اے مخلوق کے مددگار، اے ہر بھٹکنے والے کے ہادی و رہنما۔

مواہب میں سیدی علی بن وفا کے یہ شعر نقل کئے ہیں۔

الا یا صاحب الوجہ الملیح　　سألتك لا تغیب فانت روحی

متی ما غاب شخصك عن عیانی　　رجعت فلا تری الاضریحی

ترجمہ:- اے حسین وملیح چہرے والے، میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ مجھ سے روپوش نہ ہوں، کیونکہ آپ ہی میری جان ہیں، جب سے آپ میری نظروں سے روپوش ہوئے میری روح نکل گئی اور میں گویا زندہ درگور ہو گیا۔

صاحب مواہب فرماتے ہیں:

فانت رسول اللّٰہ اعظم کائن　　و انت لکل الخلق بالحق مرسل

ترجمہ:- یا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ رب العزت کے سب سے عظیم رسول ہیں اور یقیناً آپ تمام مخلوق کی طرف حق کے ساتھ مبعوث کئے گئے ہیں۔

امام بوصیری کا کلام جو جمہور اہل اسلام کے نزدیک مقبول ہے اور تمام محدثین و صالحین اس سے برکت حاصل کرتے ہیں، وہ کلام نداء وخطاب سے بھرا ہوا ہے، اس میں استغاثہ بھی ہے اور استشفاع (طلب شفاعت) بھی ہے۔

آپ قصیدۂ بردہ میں فرماتے ہیں:

یا اکرم الخلق مالی من الوذ بہ سواك عند حلول الحادث العمم(۵۷)

ترجمہ:- اے کل کائنات میں سب سے مکرم ومعزز ذات، کون ہے تیرے سوا کہ بروز قیامت، میں جس کی پناہ حاصل کروں۔

امام بوصیری اپنے قصیدۂ ہمزیہ میں فرماتے ہیں:

یا رحیما بالمؤمنین اذا ما ذھلت عن ابناء ھا الرحماء

یا شفیعا فی المذنبین اذا ما اشفق من خوف ذنبہ البراء

ترجمہ:- اے مومنین پر اس وقت رحم فرمانے والے جبکہ رحماء اپنے لخت جگر کو فراموش کر دیں گے۔ اے گناہ گاروں کی اس وقت شفاعت کرنے والے جبکہ گناہوں سے بری لوگ بھی خوف سے کانپتے ہونگے۔

شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں:

و صلی علیك یا خیر خلقہ و یا خیر مأمول و یاخیر واھب

ترجمہ:- اے خیر خلق، اے مرکز امید، اے مخزن جودوعطا تجھ پر اللہ کی رحمت کاملہ نازل ہوں۔

صاحب مواہب نے ایک باب باندھا ہے جس میں حضور کے نقش نعل مبارک کی مدح اور اس کے فوائد بیان کیے ہیں اور اکابر محدثین سے اس کی روایت نقل کی ہے۔(۵۸)

(۵۷) قصیدۂ بردہ شریف: الفصل العاشر

(۵۸) امام قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں ایک نوع لباس کے عنوان سے قائم کی ہے، اس میں "لبس النعل" کے عنوان سے ایک مستقل باب باندھا ہے، جس میں انہوں نے نعلین مبارک کی مثال کے بعض فوائد نقل کیے ہیں۔ اس باب میں انہوں نے ابوالیمن، ابن عساکر، ابوالحکم بن المرحل اور ابوبکر احمد بن امام قرطبی کے بعض اشعار بھی نقل کیے ہیں، جو مثل نعل پاک کی مدح میں ہیں۔
دیکھئے المواہب اللدنیہ، ج ۲ ص ۴۶۵ تا ۴۷۰ مطبوعہ پوربندر، گجرات

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

صاحب مواہب اس باب میں فرماتے ہیں کہ:

قال ابو القاسم بن محمد و مما جرب من برکته أن من امسکه عنده متبرکـابه کان له امانا من بغی البغاة و غلبة العداة و حرزا من کل شیطان مارد و عین کل حاسد (۵۹)

ترجمہ:- ابوالقاسم بن محمد نے فرمایا کہ نقش نعل مبارک کی برکت تجربہ میں آچکی ہے کہ جو شخص نعل مبارک کے نقش کو اپنے پاس رکھے گا حصول برکت کی نیت سے تو وہ شخص دشمنوں کے غلبہ اور راہزنوں کی سرکشی سے مامون ومحفوظ رہے گا، یہ نقش نعل مبارک شیطان مارد اور نظر حاسد سے بچانے کا قلعہ ہے۔

پھر آپ نے اس نقش نعل کی مدح میں اکابر کے اشعار نقل کئے ہیں، ان میں سے امام ابن عساکر کا ایک شعر یہ ہے۔

یا شبه نعل المصطفیٰ روحی فداء لمحلك الاسمیٰ الشریف العال (۶۰)

ترجمہ:- اے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین کی شبیہ تجھ پر میری جان نثار ہے، تیرے عظیم اور بلند مقام کی وجہ سے۔

بقیہ حاشیہ:
اس موضوع پر ابواسحاق ابراہیم بن محمد السلمی المشہور بہ ابن الحاج نے ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ شیخ احمد بن احمد المغربی المقری نے "فتح المتعال فی مدح النعال" کے نام سے ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ مثال نعل مبارک کے فوائد و برکات مشائخ وصوفیہ نے اپنے تجربات کی روشنی میں ذکر کیے ہیں۔ حدیث رسول، سنت صحابہ اور آثار تابعین میں اس کے متعلق اگر کوئی روایت ہے تو وہ میرے محدود اور ناقص مطالعہ میں نہ آسکی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵۹) المواہب اللدنیہ ج ۲ ص ۴۶۷، النوع الثانی اللباس، لبس النعل

(۶۰) مرجع سابق

یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ

فتاویٰ خیریہ فقہ حنفی کی کتب معتبرہ مشہورہ میں ہے، جس کا جا بجا حوالہ صاحب درمختار نے بھی دیا ہے اور صاحب درمختار صاحب فتاویٰ خیریہ کے شاگرد ہیں۔

صاحب فتاویٰ خیریہ علامہ خیرالدین رملی فرماتے ہیں:

اما قولهم یا شیخ عبد القادر فهو نداء و اذا اضیف الیه شیئاً للّٰه فهو طلب شئی اکراما للّٰه فما الموجب لحرمته ولا یجوز الا غترار بما فی "قید الشرائد و نظم الفرائد" و من قال شیئاً للّٰه بعض یکفر اذ لاوجه لذلك و کیف مع قولهم لایخرج المؤمن من الایمان الا جحود ما ادخله فیه و قولهم الکفر شئی عظیم فلایکفر المسلم اذا اختلفت فیه و لو بروایة ضعیفة و معاذ الله ان یوجد الکفر بذلك و قد قال شارحه ینبغی ان یرجح عدم الکفر و وجه الکفر بانه طلب شئی لله تعالیٰ و هو جل و علا غنی عن کل شئی و الکل محتاج الیه و هذا لایختلج فی بال احد فان ذکره تعالیٰ للتعظیم کما فی قوله تعالیٰ فان للّٰه خمسه و مثله کثیر (۶۱)

ترجمہ:- رہا لوگوں کا یا شیخ عبدالقادر کہنا تو یہ نداء ہے اور اگر اس کے ساتھ "شیئاً للہ" کا اضافہ کردیا جائے تو یہ طلب ہوگی اللہ کی تعظیم کے واسطے سے، تو اس کے حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں، اور کتاب "قید الشرائد و نظم الفرائد" میں جو یہ لکھا ہے کہ "جس شخص نے شیئاً للہ کہا بعض لوگوں نے اس کی تکفیر کی ہے"، اس کلام سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے، اس لئے کہ اس میں تکفیر کی کوئی وجہ نہیں ہے، اور کیسے ہوسکتی ہے حالانکہ علماء نے فرمایا ہے کہ مومن کو ایمان سے اس چیز کا انکار خارج کرے گا، جس کے اقرار سے وہ ایمان میں داخل ہوا تھا، اور علماء کا فرمان ہے کہ کفر بڑی چیز ہے، اگر مسلمان کے کلام میں مختلف پہلو ہوں خواہ کسی ضعیف روایت کی بنیاد ہی پر کیوں نہ

---

(۶۱) فتاویٰ خیریہ: ج ۲ ص ۲۸۲، مطبوعہ ارگ بازار، قندھار، افغانستان

ہوں تو مسلمان کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اور اللہ کی پناہ ہے کہ اس میں (یعنی شیئاً للہ میں) کفر پایا جائے، شارح نے کہا ہے کہ راجح یہ ہے کہ یہ کفر نہ ہو کیوں کہ (جو لوگ کفر کہتے ہیں) اس کی وجہ یہ ہے کہ طلب کرنے والے نے اللہ کے لئے طلب کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے غنی و بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں، اور یہ معنی کسی طلب کرنے والے کے وہم وگمان میں بھی نہ ہوگا (کہ وہ اللہ کے لئے مانگ رہا ہے) اگر اس نے اللہ کا نام ذکر کیا ہے تو فقط تعظیم کے لئے کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں "فان للہ خمسہ" اور اس کی مثالیں بہت ہیں۔

تنبیہ

صاحب تقویت الایمان کے جد امجد اور سند مستند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی کتاب "الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں اذکار اولیاء اللہ مجربہ کی اجازت اپنے اکابر سے نقل کی ہے، ختم قادریہ کے طریقہ میں لکھتے ہیں: ''کلمۂ تمجید اور درود شریف پڑھنے کے بعد ایک ہزار بار یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ پڑھے''۔ (۶۲)

حضرت خواجہ باقی باللہ کے صاحبزادے حضرت خواجۂ کلاں اپنی کتاب ''طبقات حسامیہ'' میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مناقب میں لکھتے ہیں:

آپ کی اس سے زیادہ اور کیا تعریف ہوگی کہ حرمین شریفین کے خواص وعوام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے بعد آپ کا ہی ذکر کرتے ہیں اور کسی بھی معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا اور حضور غوث پاک سے استعانت کرتے ہیں اور جس کو دیکھو ان دونوں مقامات میں شیئاً للہ یا شیخ عبد القادر کا نعرہ لگاتا ہے۔ (۶۳)

ہدایت

حضرت مولوی رفیع الدین صاحب جو صاحب تقویۃ الایمان کے چچا اور استاذ

(۶۲) الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ: شاہ ولی اللہ دہلوی

(۶۳) طبقات حسامیہ: حضرت خواجہ کلاں علیہ الرحمہ

ہیں وہ رسالہ "اسرار المحبۃ" میں فرماتے ہیں:

اما المحبة مع الاحياء نافعة عاجلا و آجلا و اما مع الاموات فنافعة في الاجل بشرط الاهلية و الايمان و اما في العاجل فبشرط دوام التوجه و تخلية القلب معه في الخلوات و مداومة ذكره و كثرة ندائه و البر معه بارسال الثواب اليه و الاحسان الى اهله فذلك كثيرا ما يفتح باب الاويسية و يعطي منفعة الصحبة (۶۴)

ترجمہ:- زندوں کی محبت دنیا و آخرت دونوں میں نفع بخش ہے، لیکن مردوں کی محبت عقبیٰ میں نافع ہے، ایمان کی شرط کے ساتھ، دنیا میں ان کی (یعنی اموات کی) محبت اس وقت سود مند ہوگی جب خلوت وجلوت میں مکمل توجہ ان کی جانب ہو اور کثرت سے ان کو یاد کیا جائے اور ان کے ساتھ نیکی اور بھلائی کی جائے بایں طور کہ ان کے لئے ایصال ثواب کیا جائے اور ان کے اہل وعیال پر احسان کیا جائے، یہ جملہ چیزیں باب اویسیت کو کھول دیتی ہیں اور ان سے صحبت کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

فائدہ:- مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ:

التوسل و التشفع و التوجه بالنبي صلى الله عليه وسلم كما ذكره في "تحقيق النصرة" و "مصباح الظلام" واقع في كل حال قبل خلقه و بعد خلقه في مدة حياته في الدنيا و بعد موته في مدة البرزخ و بعد البعث في عرصات القيامة (۶۵)

ترجمہ:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ، اور توسل وتشفع، اور ان کی جانب توجہ یہ ہر حال میں واقع ہے (جیسا کہ کتاب تحقیق النصرہ اور کتاب مصباح الظلام میں لکھا ہے) چاہے وہ آپ کے جسد اطہر بنائے جانے سے پہلے ہو،

(۶۴) الاسرار المحبۃ: مولانا رفیع الدین دہلوی

(۶۵) المواهب اللدنية: المقصد العاشر: الفصل الثاني: بحث في التوسل

یا اس کے بعد دنیاوی حیات میں ہو یا پھر حالت برزخ میں ہو یا عرصات قیامت میں ہو۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:

و اما التوسل به صلى الله عليه وسلم بعد موته في البرزخ فهو اكثر من أن يحصى أو يدرك باستقصاء (٦٦)

ترجمہ:- عالم برزخ میں حضور کو وسیلہ بنانا، آپ کے وصال کے بعد، تو یہ بے شمار جگہ آیا ہے، جس کا احاطہ ممکن نہیں۔

شفاء السقام میں امام تاج الدین السبکی نے، الجوهر المنظم میں علامہ ابن حجر مکی نے، علامہ نور الدین نے تواریخ مدینہ میں اور شیخ عبد الحق نے جذب القلوب میں اور دیگر اکابر نے کتب مناسک میں ایسا ہی فرمایا ہے۔

مردے سنتے ہیں

جب مخالفین سے اس مسئلہ نداء و استمداد میں گفتگو ہوتی ہے تو لامحالہ یہ مسئلہ بھی زیر بحث آتا ہے کہ مردوں کا سماع، ادراک اور حیات وغیرہ ثابت ہے یا نہیں؟

مخالفین کہتے ہیں کہ مردے جماد (پتھر وغیرہ) کے حکم میں ہیں اور جماد کا سننا اور سمجھنا محال ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ارواح کو اس عالم سے اب انقطاع کلی ہو گیا لہٰذا ادراک اور زائرین کا سلام و کلام سننا محال ہے (اس سے قطع نظر کہ ندا اور پکارنا شرک ہے) یہ ایک لغو اور بے ہودہ بات ہے اور بعض نادان ترقی کر کے حیاۃ الانبیاء علیہم السلام کے انکار تک آجاتے ہیں، لہٰذا اس سلسلہ میں بر وقت جو روایات ذہن میں ہیں یہاں نقل کی جاتی ہیں، تاکہ موافقین کو اعانت ہو، اور مخالفین میں سے اگر کسی کے پاس دین و دیانت ہو تو اس کو ہدایت ہو۔

---

(٦٦) مرجع سابق

پہلی روایت

امام مالک، ابو داؤد اور ابن ماجہ حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

کسر عظم المیت ککسرہ، حیا (٦٧)

ترجمہ:- مردے کی ہڈی توڑنا زندوں کی ہڈی توڑنے کی طرح ہے۔

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ:

یستفاد منه ان المیت یتألم بجمیع ما یتألم به الحی و من لازمه أن یستلذه بما یستلذ به الحی (٦٨)

ترجمہ:- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کو ہر اس چیز سے تکلیف پہنچتی ہے، جس سے زندہ کو تکلیف پہنچتی ہے، اور اس سے لازم آیا کہ مردہ کو ہر اس چیز سے راحت وتلذذ حاصل ہوتا ہے، جس چیز سے زندوں کو راحت وتلذذ حاصل ہوتا ہے۔

دوسری روایت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

انها کانت تسمع صوت وتد یوتد فی بعض الدور المطفیة بمسجد النبی

(٦٧) الف: سنن ابی داؤد: بطریق القعنبی عن عائشة: باب فی الحفار یجد العظم هل یتنکب ذالک المکان، ج ۳/ص ۲۱۲، دارالفکر، بیروت

ب: سنن ابن ماجه: بطریق هشام بن عمار عن عائشة: باب فی النهی عن کسر عظام المیت، ج ۱/ص ۵۱٦، دارالفکر، بیروت

ج: مسند احمد بن حنبل: قال الشیخ شعیب الارناؤوط رجاله ثقات، رجال الشیخین، ج ٦/ص ۱۰۰، مؤسسہ قرطبہ، قاہرہ

(٦٨) شرح ابن ماجہ: حافظ سیوطی ج ۱/ص ۱۱٦، قدیمی کتب خانہ، کراچی

صلی اللہ علیہ و سلم فترسل الیھم ان لا توذوا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم (۶۹)

ترجمہ:--نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے قرب وجوار کے کسی گھر میں میخ گاڑی جارہی تھی جس کی آواز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سن رہی تھیں تو حضرت عائشہ نے کسی کو ان لوگوں کے پاس بھیجا (جو میخ گاڑ رہے تھے) کہ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ دیں۔

تیسری روایت

حضرت احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ نے فرمایا کہ: کنت ادخل بیتی الذی فیہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم و ابوبکر و انی واضع ثوبی اقول انما ھو زوجی و والدی فلما دفن بعدھما عمر فواللہ ما ادخلہ الا و انا مشدودۃ علی ثیابی حیاء من عمر (۷۰)

ترجمہ:- میں اپنے اس گھر میں داخل ہوتی تھی، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے والد ابوبکر مدفون تھے اور وقت دخول زائد کپڑوں کو رکھ دیتی تھی (پردہ نہیں کرتی تھی) اور (دل میں) کہتی کہ یہ میرے شوہر ہیں اور وہ میرے والد ہیں، پھر ان کے بعد عمر مدفون ہوئے تو خدا کی قسم میں پھر کبھی گھر میں داخل نہیں ہوتی تھی مگر پردہ

(۶۹) راقم اس روایت کا ماخذ تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔

(۷۰) الف: مسند احمد بن حنبل: ج۶ رص ۲۰۲ مؤسسۃ قرطبۃ، قاھرہ

ب: المستدرک للحاکم: ج ۳ رص ۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۰ء

قال الحاکم: ھذا الحدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ

ترجمہ:- حاکم نے فرمایا کہ یہ روایت بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے، مگر ان دونوں نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔

ج: مسند ابویعلی ج ۸ رص ۳۶۸، دار المامون للتراث، دمشق ۱۹۸۴ء

کے اہتمام کے ساتھ، عمر سے شرم وحیا کی وجہ سے۔

صاحب مواہب کا کلام ان روایات کی تائید کرتا ہے انہوں نے کہا کہ محمد بن اسحاق نے باسناد جید اور امام احمد نے باسناد حسن، سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ویسی ہی حدیث روایت کی ہے، جیسی عمر فاروق سے مقتولان بدر کے معاملہ میں مروی ہے۔ گویا کہ یہ آپ کا رجوع ہے، سابقہ روایت سے جس میں آپ نے حضرت ابن عمر کی روایت "انھم یسمعون" کا انکار کیا تھا، دیگر اکابر کی روایت سے تردد ثابت ہے، اس لئے کہ حضرت عائشہ اس موقع پر حاضر نہیں تھیں، اور شروح بخاری میں یہ بات صراحت سے وارد ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ نزاع لفظی ہے، کیونکہ قرآن کریم میں لفظ اسماع سے نفی آئی ہے ادراک سے نہیں ہے۔ (۱۷)

(۱۷) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں روایت ہے کہ غزوۂ بدر کے بعد مقتول مشرکین کی لاشوں کو ایک گڈھے میں ڈال دیا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے اور ان مردہ مشرکین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے فلاں بن فلاں

فانا قد وجدنا ربنا حقاً فهل وجد تم ما وعد ربكم حقاً قال فقال عمر : يا رسول الله ما تكلم من اجساد لا ارواح لها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذى نفس محمد بيده ما انتم بأسمع لما اقول منهم

ترجمہ:۔ جو کچھ ہمارے رب نے ہم سے وعدہ کیا تھا، اس کو ہم ٹھیک پا چکے لیکن تم سے تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا، کیا تم نے اس کو درست پایا؟ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ بغیر روح کی لاشوں سے کلام فرما رہے ہیں، آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے، جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں تم اس کو ان سے زائد نہیں سن رہے ہو۔

☆صحيح بخارى : كتاب المغازى : باب قتل ابى جهل: عن ابى طلحة

☆ صحيح مسلم: كتاب الجنة وصفة نعيمها واهلها: باب عرض مقعد الميت من الجنة او النار عليه :عن انس : من حديث عمر

حضرت ابو طلحہ اور حضرت انس کی ان روایتوں سے مردوں کے سننے کی دلیل لائی جاتی

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

امام بیہقی وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور

بقیہ حاشیہ:

ہے، لیکن یہاں ایک اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں روایت ہے: ذکر عند عائشة رضی الله تعالیٰ عنها، ان ابن عمر رفع الی النبی صلی الله علیه وسلم ان المیت لیعذب فی قبره ببکاء اهله فقالت وهل ابن عمر رحمهٗ الله انما قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ،انه یعذب بخطیئته و ذنبه و ان اهلهٗ یبکون علیه الان ، قالت و ذلك مثل قوله ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قام علی القلیب و فیه قتلی بدر من المشرکین فقال لهم ما قال انهم یسمعون ما اقول انما قال انهم الآن یعلمون ان ما کنت اقول لهم حق ثم قرأت انك لاتسمع الموتیٰ وما انت بمسمع من فی القبور۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے تذکرہ آیا کہ ابن عمر مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ مردہ پر گھر والوں کے رونے کی وجہ سے قبر کے اندر عذاب ہوتا ہے حضرت عائشہ نے فرمایا ابن عمر کو یاد نہیں رہا، اللہ ان پر رحم فرمائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے کہ مردہ پر اس کے گناہوں اور خطاؤں کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے، اور گھر والے تو اب روتے ہیں، ابن عمر کا یہ قول ان کے اس قول کی طرح ہے کہ حضور علیہ السلام جب چاہ بدر پر کھڑے ہوئے جس میں مشرکین کی لاشیں تھیں۔ آپ نے فرمایا تھا کہ یہ سن رہے ہیں جو میں کہہ رہا ہوں، حالانکہ حضور نے یہ فرمایا تھا کہ اب ان کو علم ہو رہا ہے کہ جو کچھ میں کہتا تھا وہ حق تھا، پھر حضرت عائشہ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں "انك لا تسمع الموتیٰ وما انت بمسمع من فی القبور" یعنی تم مردوں کو نہیں سنا سکتے اور ان لوگوں کو بھی نہیں سنا سکتے جو قبروں کے اندر ہیں۔

☆ صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب قتل ابی جهل :عن عروة

☆ صحیح مسلم : کتاب الجنائز: باب المیت یعذب ببکاء اهله علیه: عن عروة

حضرت ابو طلحہ اور حضرت ابن عمر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "یہ میری بات سن رہے ہیں" جب کہ حضرت عائشہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "یہ جان رہے ہیں"۔

معتبر و معتمد محدثین، محققین اور حفاظ نے حضرت ابن عمر کی روایت کو ترجیح دی ہے یا پھر ان

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بقیہ حاشیہ:
دونوں روایتوں کے درمیان تطبیق دینے کی کوشش کی ہے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی ارشاد فرماتے ہیں:
قد خالفها الجمهور فی ذلك و قبلوا حديث ابن عمر لموافقة من رواه غيره عليه
فتح الباری: ج ۳ رص ۲۳۴، دار المعرفۃ، بیروت ۱۳۷۹ھ
ترجمہ:۔ جمہور علماء نے اس میں حضرت عائشہ کی مخالفت کی ہے، اور حضرت ابن عمر کی روایت کو قبول کیا ہے، کیونکہ آپ کے علاوہ جن حضرات نے اس حدیث کو روایت کیا ہے وہ بھی آپ کی روایت کے موافق ہے۔ شیخ ابن تیمیہ کے شاگرد رشید اور مشہور مفسر حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:
''والصحيح عند العلماء رواية عبد الله بن عمر لما لها من الشواهد على صحتها من وجوه كثيرة (تفسیر ابن کثیر: ج ۳ رص ۴۳۹، دار الفکر، بیروت ۱۴۰۱ھ)
ترجمہ:۔ علماء کے نزدیک حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت صحیح ہے کیونکہ اس کی صحت پر بہت سی وجوہ سے شواہد موجود ہیں۔
اسی صفحہ پر آگے چل کر لکھتے ہیں:
والسلف مجمعون على هذا وقد تواترت الآثار عنهم بان الميت يعرف بزيارة الحی له و يستبشر (مرجع سابق)
ترجمہ: علماء سلف کا اس بات (مردوں کے سننے) پر اجماع ہے ان سے ایسے اقوال مروی ہیں، جو حد تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں کہ میت اپنے زیارت کرنے والے کو پہچانتی ہے اور خوش ہوتی ہے۔
ماضی قریب کے زبردست محقق اور محدث علامہ عبداللہ محمد صدیق الغماری المغربی نے ان دونوں روایتوں پر محققانہ کلام کیا ہے۔ آپ کی تحقیق کا خلاصہ درج ذیل ہے۔
۱۔ حضرت ابن عمر اس موقع پر بذات خود موجود تھے، جب حضور یہ ارشاد فرما رہے تھے، جبکہ حضرت سیدہ عائشہ اس وقت وہاں موجود نہیں تھیں، لہذا جو واقعہ کا عینی گواہ ہو اس کی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔
۲۔ حضرت ابن عمر ایک چیز کا اثبات کر رہے ہیں جب کہ سیدہ عائشہ اس کی نفی کر رہی ہیں، یہ قاعدہ ہے کہ اثبات کرنے والے کی روایت کو نفی کرنے والے کی روایت پر ترجیح دی جاتی ہے۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

بقیہ حاشیہ:

۳-حضرت ابن عمر اس روایت میں اکیلے نہیں ہیں- بلکہ ایسی ہی روایت دوسرے صحابہ مثلاً حضرت عمر بن خطاب، حضرت ابوطلحہ، حضرت ابن مسعود اور حضرت عبداللہ بن سیدان (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے بھی صحیح طریقوں سے مروی ہے- جبکہ انکار کرنے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تنہا ہیں-

۴-حضرت ابن عمر حضور کا قول پیش کر رہے ہیں، حضرت عائشہ اس کے رد میں یہ نہیں فرما رہی ہیں کہ میں نے حضور سے اس کے برخلاف سنا ہے بلکہ ابن عمر کا قول رد کرنے کے لئے وہ آیت کریمہ میں اجتہاد کر رہی ہیں- کسی ثقہ راوی کی صحیح روایت اس قسم کے اجتہاد سے رد نہیں کی جاسکتی- حافظ ابن حجر نے اسماعیلی کا قول نقل کیا ہے کہ سیدہ عائشہ کے پاس فہم، ذکاوت، کثرت روایت، اور گہرائی سب کچھ ہے مگر کسی ثقہ راوی کی روایت کو اسی جیسی روایت سے رد کیا جاسکتا ہے جو پہلی والی روایت کے منسوخ ہونے، اس کے خاص ہونے یا اس کے محال ہونے پر دلالت کر رہی ہو-

۵-حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق نے کتاب المغازی میں یونس بن بکیر کی روایت سے حضرت عائشہ کی حدیث نقل کی ہے، جس میں وہی الفاظ ہیں جو حضرت ابن عمر کی روایت میں ہیں (یعنی وہ سنتے ہیں) اس کی اسناد جید ہے، نیز اسی روایت کو امام احمد بن حنبل نے بھی ذکر کیا ہے-

امام احمد کی روایت کی اسناد حسن ہے، اگر یہ روایت محفوظ ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنے انکار سے رجوع فرمالیا تھا، جب ان کے پاس ان صحابہ کی روایت ثابت ہوگئی، کیونکہ وہ اس واقعہ کی عینی گواہ نہیں ہیں- دیکھئے: فتح الباری ج ۷/ص ۳۰۳/۳۰۴، دار الفکر، بیروت ۱۳۷۹ھ

(ترجمہ ملخصاً از الرد المحکم المتین: عبداللہ صدیق الغماری ص ۲۳۸/۲۳۷، مکتبۃ القاہرہ ۱۹۸۶ء)

جو حضرات مردوں کے سننے کا مطلقاً انکار کرتے ہیں وہ حضرت عائشہ کی اسی روایت کو دلیل میں لاتے ہیں، اس پر تفصیلی کلام اور علماء امت کا موقف آپ نے ملاحظہ فرمالیا، بعض حضرات یہاں یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر تسلیم کرلیا جائے کہ حضرت ابن عمر والی روایت ہی درست ہے اور حضور علیہ السلام نے اس موقع پر مردوں کے سننے کے بارے میں فرمایا تھا تو ہم کہیں گے کہ یہ حضور علیہ

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

بقیہ حاشیہ:
السلام کی خصوصیت تھی جو اس خاص موقع کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی تھی، حضور نے بطور معجزہ ان مردوں کو اپنی بات سنائی تھی، لہٰذا یہ حدیث تمام مردوں کے سننے کی دلیل نہیں بن سکتی۔

اس اعتراض کے جواب میں کہا گیا ہے کہ اس حدیث میں خصوصیت کا دعویٰ دلیل کا محتاج ہے، اس سلسلے میں احادیث و روایات میں کوئی ایسا اشارہ نہیں ہے، جس سے یہ خصوصیت سمجھ میں آتی ہو، لہٰذا خصوصیت کا دعویٰ بلا دلیل ہے، اور اگر بالفرض مان لیں کہ یہ حضور کی خصوصیت ہے جو بطور معجزہ آپ نے مقتولان بدر سے کلام فرمایا تو پھر ان صحیح احادیث کے بارے میں کیا کہا جائے گا، جن میں صراحتاً مذکور ہے کہ جب لوگ میت کو دفن کر کے اس کی قبر سے واپس جاتے ہیں تو میت اپنی قبر میں واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز سنتی ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان المیت اذا وضع فی قبرہ انہ یسمع خفق نعالھم اذا انصرفوا

ترجمہ:- جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ لوگوں کے واپس جاتے وقت ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے:

☆ صحیح مسلم: کتاب الجنة و صفة نعیمها: باب عرض مقعد المیت من الجنة و النار علیه

☆ صحیح بخاری: کتاب الجنائز: باب المیت یسمع خفق النعال

اس کے علاوہ بھی بے شمار احادیث ہیں جن کی روشنی میں مردہ کا قبر کے اندر سننا ثابت ہوتا ہے، اس سلسلہ میں حافظ ابن کثیر کا قول ہم پیچھے نقل کر آئے ہیں اور انہوں نے مردوں کے سننے کے مسئلہ پر علماء سلف کا اجماع بتایا ہے۔

آیت کریمہ "انک لا تسمع الموتی" اور "و ما انت بمسمع من فی القبور" کو بھی مردوں کے عدم سماع پر دلیل کے طور پر لایا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں مفسرین نے بہت وضاحت اور تفصیل سے لکھا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیات مردوں کے سننے کے معارض نہیں ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے

فتح الباری: حافظ ابن حجر عسقلانی: ج ۷/ص ۳۰۳، ۳۰۴، دار الفکر، بیروت ۱۳۷۹ھ
تفسیر ابن کثیر: ج ۳/ص ۴۳۹: دار الفکر، بیروت ۱۴۰۱ھ، اردو داں حضرات دیکھیں: ضیاء القرآن:

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں

الانبیاء أحیاء فی قبورهم یصلون (۷۲)

ترجمہ:- انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔

اس حدیث کے شواہد بکثرت موجود ہیں، امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ:

عن جابر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال عرض علیّ الانبیاء فاذا موسیٰ ضرب من الرجال کأنه من رجال شنؤة و رأیت عیسی ابن مریم فاذا اقرب من رأیت به شبهاً عروة بن مسعود و رأیت ابراهیم فاذا اقرب من رأیت به شبهاً صاحبکم (۷۳)

بقیہ حاشیہ:

پیر محمد کرم شاہ ازہری ج ۳ ص ۵۸۳ تا ۵۹۰، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی

(۷۲) مسند ابی یعلیٰ: ج ۶ ص ۱۴۷، دار المامون للتراث، دمشق ۱۹۸۴ھ

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: انبیاء اپنی قبروں میں باحیات ہیں، اس موضوع پر بیہقی نے ایک عمدہ کتاب تالیف کی ہے، اس میں حضرت انس کی یہ حدیث نقل کی ہے: "الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون" بیہقی نے اس حدیث کو یحییٰ ابن ابی کثیر کے طریقے سے روایت کیا ہے اور یحییٰ ابن ابی کثیر "رجال صحیح" میں سے ہیں، انہوں نے اس کو مستلم بن سعید سے روایت کیا ہے، امام احمد اور ابن حبان نے مستلم بن سعید کو "ثقہ" قرار دیا ہے، مستلم بن سعید نے اس حدیث کو حجاج الاسود سے روایت کیا ہے، حجاج الاسود یہ ابن ابی زیاد البصری ہیں، امام احمد اور ابن معین نے ان کی توثیق کی ہے، پھر حجاج الاسود نے اس کو ثابت البنانی سے روایت کیا ہے، اور ثابت نے حضرت انس سے روایت کی ہے۔ (ترجمہ ملخصاً) دیکھئے: فتح الباری: ج ۶ ص ۴۸۷، دار المعرفۃ، بیروت

(۷۳) الف: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب الاسراء برسول الله صلی الله علیه وسلم الی السماوات

ب: جامع الترمذی: باب فی صفة النبی صلی الله علیه وسلم، امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

ترجمہ:۔حضرت جابر فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا مجھ پر انبیاء پیش کیے گئے، میں نے موسیٰ کو دیکھا وہ قبیلہ شنوۃ کے لوگوں کی طرح تھے، اور میں نے عیسیٰ ابن مریم کو دیکھا جن سے عروہ بن مسعود بہت زیادہ مشابہ ہیں، اور میں نے ابراہیم کو دیکھا ان سے تمہارے پیغمبر بہت زیادہ مشابہہ ہیں۔

امام مسلم حضرت عبداللہ بن رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

سرنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بين مكة و المدينة فمررنا بواد فقال اىّ واد هذا فقالو اوادى الازرق قال فقال كأنى انظر الى موسىٰ عليه السلام فذكر من لونه و شعره شيئاً لم يحفظه داؤد واضعاً اصبعيه فى اذنيه له جوار الى الله بالتلبية ماراً بهذا الوادى۔ (۷۴)

ترجمہ:۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک وادی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزرے آپ نے پوچھا یہ کون سی وادی ہے، صحابہ نے کہا یہ وادیٔ ازرق ہے، آپ نے فرمایا گویا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں، پھر آپ نے ان کا رنگ اور بالوں کی کیفیت بیان کی،

بقیہ حاشیہ:

ج: مسند احمد بن حنبل: ج ۳/ص ۳۳۴ - مؤسسہ قرطبہ، قاہرہ

د: مسند ابی یعلیٰ: ج ۴/ص ۱۷۹، دار المأمون للتراث، دمشق ۱۹۸۴ء

(۷۴) الف: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب الا سراء برسول الله صلى الله عليه وسلم الى السماوات

ب: صحیح ابن خزیمہ: باب استحباب وضع الاصبعين عند رفع الصوت، ج ۴/ص ۱۷۵، المکتب الاسلامی، بیروت ۱۹۷۰ء

ج: صحیح ابن حبان: ج ۹/ص ۱۱۰ ذکر الاستحباب للملبى عند التلبية ادخال الاصبعين فى الاذنين، مؤسسہ الرسالہ، بیروت ۱۹۹۳ء

د: المستدرک للحاکم: ج ۲/ص ۳۷۳ تفسیر سورہ ھود، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۹۹۰ء

ہ: مسند احمد بن حنبل ج ۱/ص ۲۱۵، مؤسسہ قرطبہ: قاہرہ

و: مسند ابی یعلیٰ: ج ۴/ص ۲۱۷، دار المأمون للتراث، دمشق ۱۹۸۴ء

جوراوی (داؤد) کو یاد نہیں رہی، اور پھر فرمایا حضرت موسیٰ نے اپنی انگلیاں کانوں میں دی ہوئی ہیں، اور وہ اللھم لبیك کی صدا لگاتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔

صحیح حدیث میں وارد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مررت بموسیٰ لیلة اسری بی وھو قائم یصلی فی قبرہ۔ (۷۵)

ترجمہ:- میں شب معراج موسیٰ کے پاس سے گزرا وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما المیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقه من اب و ام و اخ و صدیق، فاذا لحقهٗ کان احب الیه من الدنیا و ما فیھا و ان اللہ لیدخل علی اھل القبور من دعاء اھل الارض مثال الجبال و ان ھدیة الاحیاء الی الاموات الاستغفار لھم (۷۶)

ترجمہ:- اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قبر میں میت کا حال

---

(۷۵) الف: صحیح ابن حبان: ج ۱ رص ۲۴۲ عن انس بن مالك، موسسہ الرسالہ، بیروت ۱۹۹۳ء
ب: سنن نسائی: باب ذکر صلاۃ نبی اللہ موسیٰ علیه السلام ج ۳ رص ۲۵۱، مکتبۃ المطبوعات، حلب ۱۹۸۶ء
ج: السنن الکبری للبیھقی: ج ۱ رص ۴۱۹
د: مسند احمد بن حنبل ج ۳ رص ۱۴۸، موسسہ قرطبہ، قاہرہ
مسند احمد کے محقق شیخ شعیب الارناؤوط نے کہا ہے: "اسنادہ صحیح علی شرط مسلم"
ہ: مسند ابی یعلی: ج ۶ رص ۷۱، دار المامون للتراث، دمشق ۱۹۸۴ء
مسند ابی یعلی کے محقق حسین اسد نے کہا: اسنادہ صحیح
یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے مگر اس میں "فی قبرہ" کا لفظ نہیں ہے۔
دیکھیے: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب ذکر المسیح بن مریم: عن ابی ھریرۃ
(۷۶) شعب الایمان: للبیہقی: "فصل فی زیارۃ القبور" ج ۷ رص ۱۶

ڈوبتے ہوئے انسان کی طرح ہے، وہ ایسی دعاء کا انتظار کرتا ہے، جو اس کو باپ، ماں، بھائی اور دوست کی جانب سے پہنچے، اور جب وہ پہنچتی ہے تو اس کو دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ قبر والوں کو زمین والوں کی دعاء پہاڑ کی طرح پہنچاتا ہے، زندوں کی طرف سے مردوں کو ہدیہ استغفار ہے۔

قبر انور سے آذان کی آواز

ائمہ دین نے حکایت نقل کی ہے کہ واقعہ حرہ میں مسجد نبوی میں تین روز اذان موقوف رہی، سب لوگ مسجد کے باہر تھے، حضرت سعید بن مسیب مسجد کے اندر تھے، حضرت سعید فرماتے ہیں کہ: جب ظہر کا وقت آیا تو میں نے قبر انور سے اذان سنی، پھر تو ہر نماز کے وقت قبر انور سے اذان و اقامت کی آواز آنے لگی، یہاں تک کہ لوگ واپس آگئے اور موذن لوٹ آئے۔(۷۷)

امام جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں حضرت عائشہ کی حدیث نقل کی ہے کہ کوئی فرد جب اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے تو میت اس سے خوش ہوتی ہے، اس سے انس حاصل کرتی ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتی ہے(۷۸)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

(۷۷) اس حکایت کو امام دارمی نے اپنی سنن میں سعید بن عبدالعزیز سے نقل کیا ہے۔
دیکھئے سنن الدارمی: باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ بعد موتہ: ج۱/۵۶، دار الکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ

امام قسطلانی نے اس کو ابن زبالہ اور ابن النجار کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ دیکھئے:
المواہب اللدنیہ: ج ۲ ص ۲۹۴، مطبوعہ پوربندر، گجرات ۲۰۰۱ء

بعض حضرات نے اس حکایت کی صحت سے انکار کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۷۸) شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور: ص ۱۸۱، رضوی کتاب گھر، دہلی

کہ جب کوئی مرد اپنے مومن بھائی کی قبر سے گزرتا ہے، جس کو وہ دنیا میں پہنچانتا ہو، جب اس کو سلام بھیجتا ہے تو صاحب قبر اس کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے(۷۹)

امام احمد انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا: ان اعمالکم تعرض علی اقاربکم و عشائر کم من الاموات فان کان خیراً استبشروا به و ان کان غیر ذلك قالوا اللهم لاتمتهم حتی لاتهديهم كما هد يتنا (۸۰)

ترجمہ:۔تمہارے اعمال تمہارے مردہ رشتہ داروں کو دکھائے جاتے ہیں، اگر اچھے ہوتے ہیں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر برے ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ اے اللہ تو ان کو اس وقت تک موت نہ دے جب تک ان کو ہدایت نہ دے دے۔

روح کی تحقیق

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

و النزعت غرقاً و النشطت نشطاً و السبحت سبحاً فالسبقت سبقاً فالمدبرات امراً (۸۱)

ترجمہ:۔قسم ان کی جو سختی سے جان نکالیں، اور نرمی سے بند کھولیں اور تیزی سے تیرنے والے ہیں، دوڑ کر سبقت لے جانے والے ہیں، پھر ہر کام کا انتظام کرنے

---

(۷۹) مرجع سابق۔شرح الصدور میں وارد ان دونوں روایتوں کو حافظ ابن کثیر نے ابن ابی الدنیا کے حوالے سے اپنی تفسیر میں مقام احتجاج میں ذکر کیا ہے۔ دیکھئے: تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۹ دار الفکر، بیروت ۱۴۰۱ھ

(۸۰) مسند احمد بن حنبل: ج ۳ ص ۱۶۴، موسسہ قرطبہ، قاہرہ

(۸۱) سورۂ نازعات: آیات ۱ تا ۵

والے ہیں۔

ان آیات کی تفسیر میں علماء اور مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، قاضی بیضاوی ان اقوال کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

او صفات النفوس الفاضلة حال المفارقة فانها تنزع عن الابدان غرقاً أی نزعاً شدیداً من اغراق النازع فی القوس و تنشط الی عالم الملکوت و تسبح فیها فتسبق الی حظائر القدس و تصیر لشرفها و قوتها من المدبرات۔(۸۲)

مندرجہ بالا عبارت میں قاضی بیضاوی نے آیات میں وارد ان صفات کو نفوس فاضلہ کی صفات کہا ہے۔نفوس فاضلہ بدن سے مفارقت کے بعد عالم ملکوت کی طرف جاتے ہیں اور اس میں سیر کرتے ہیں، اور پھر حظائر قدس کی طرف سبقت کرتے ہیں، اور اس کے شرف وقوت کی وجہ سے یہ نفوس فاضلہ مدبرات امر یعنی کاموں کی تدبیر اور انتظام کرنے والے ہو جاتے ہیں۔

آیت کریمہ میں اللہ ارشاد فرماتا ہے:

لا تقولو المن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون(۸۳)

ترجمہ:- جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جائیں ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، مگر تمہیں خبر نہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں قاضی بیضاوی فرماتے ہیں۔

و فیها دلالة علی ان الارواح جواهر قائمة بأنفسها مغائرة لما یحس به من البدن تبقی بعدالموت دارکة و علیه جمهور الصحابة و التابعین و به نطقت الایات و السنن و علی هذا فتخصیص الشهداء لأختصاصهم

(۸۲) تفسیر بیضاوی: ج۵،ص ۴۴۵، دار الفکر، بیروت

(۸۳) سورۃ البقر: آیت ۱۵۴

بالقرب من الله تعالىٰ و مزيدة البهجة و الكرامة (۸۴)

ترجمہ:- اس آیت میں اس پر دلالت ہے کہ ارواح قائم بنفسہا ہوتی ہیں، بدن کے احساس سے مختلف ہوتی ہیں، موت کے بعد بھی وہ ادراک رکھتی ہیں، اسی پر جمہور صحابہ و تابعین ہیں، اور آیات و احادیث اسی کی گواہی دے رہی ہیں، لہٰذا آیت کریمہ میں شہداء کی تخصیص صرف اس بنیاد پر ہے کہ ان کو قرب الٰہی میں اختصاص حاصل ہے، اور یہ تخصیص ان کی فرحت اور ان کی کرامت و بزرگی میں اضافے کے لئے ہے-

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ موت کے بعد بھی روحوں کے سننے اور ادراک رکھنے کا عقیدہ جمہور صحابہ اور تابعین کا ہے- اس سلسلہ میں اہل سنت کے عقیدے کی تشریح کرتے ہوئے علامہ سعدالدین التفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں-

لما كان ادراك الجزئيات مشروطاً عند الفلا سفة بحصول الصورة في الآلات فعند مفارقة النفس و بطلان الآلات لا تبقى مدركة للجزئيات ضرورة انتفاء المشروط بانتفاء الشرط و عندنا لما لم تكن الالات شرطاً في ادراك الجزئيات اما لأنه ليس بحصول الصورة لا في النفس و لا في الحس اما لأنه لا يمتنع ارتسام صورة الجزئي في النفس بل ظاهر من قواعد الاسلام أنه يكون للنفس بعد المفارقة ادراكات متجددة جزئية و اطلاع على بعض جزئيات احوال الاحياء سيّما الذين كان بينهم و بين الميت تقارب في الدنيا و هذا ينتفع بزيارة القبور و الاستعا نة بنفوس الاحياء من الأموات في استنزال الخيرات و استدفاع الملمات فان للنفس بعد المفارقة تعلقا ما بالبدن و بالتربة التي دفنت فيها فاذا زار الحي تلك التربة و توجه تلقاء نفس الميت بين النفسين ملاقاة و افاضات-(۸۵)

(۸۴) تفسیر بیضاوی: ج ۱ ص ۴۳۰، دارالفکر، بیروت

(۸۵) شرح مقاصد: علامہ تفتازانی: ج ۲ ص ۴۳، دار المعارف النعمانیة، لاہور، پاکستان ۱۴۰۱ھ

ترجمہ:-جب فلاسفہ کے نزدیک جزئیات کا ادراک آلات میں صورت کے حصول کے ساتھ مشروط ہے تو نفس کے جدا ہونے اور آلات کے باطل ہونے کی صورت میں جزئیات کا ادراک کرنے والی قوت مدرکہ باقی نہیں رہے گی- کیونکہ شرط کے منتفی ہونے کے وقت مشروط کا منتفی ہونا ضروری ہے اور ہمارے نزدیک جزئیات کے ادراک میں آلات شرط نہیں ہیں- یا تو اس لئے کہ جزئیات کا ادراک حصول صورت کے ذریعہ نفس میں ہوگا نہ جس میں، یا یہ وجہ ہے کہ جزئی صورت کا نفس میں مرتسم ہونا ممتنع ہے، بلکہ یہ بات قواعد اسلام سے ظاہر و واضح ہے کہ مفارقت کے بعد نفس کو جدید جزئی ادراکات اور زندوں کے بعض جزئی احوال پر اطلاع ہوتی ہے، خصوصاً جب کہ میت اور ان لوگوں کے مابین دنیا میں قربت رہی ہو- یہ فائدہ زیارۃ قبور اور وفات یافتہ نفوس اخیار سے استعانت کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے، خیرات کے حصول اور پریشانیوں کے دفاع کی صورت میں- اس لئے کہ بدن سے مفارقت کے بعد بھی روح کو اس کے بدن اور جس جگہ وہ دفن ہوتا ہے اس سے یک گونہ تعلق باقی رہتا ہے، تو جب کوئی زندہ اس جگہ کی زیارت کرتا ہے اور میت کی روح کی طرف توجہ کرتا ہے تو دونوں کے درمیان ملاقات اور فیضان کا تعلق قائم ہو جاتا ہے-

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ اموات کی ارواح کو جسم سے مفارقت اور جدائی کے بعد عالم برزخ میں حیات اور ادراک حاصل ہوتا ہے، ہر فرد کو اس کے مرتبہ کے مطابق جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے دیا ہے، وہ صفات و افعال جو اس دنیا میں ہیں وہ عالم برزخ کی صفات و افعال سے مختلف ہیں- مثلاً انسان دنیاوی زندگی میں کھانے اور پینے کا محتاج ہوتا ہے مگر عالم برزخ کی حیات میں ایسا نہیں ہے اور اسی طرح سماعت جو اس عالم دنیا میں پردۂ سماعت وغیرہ کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے، اس عالم میں ایسا نہیں ہے- اور ممکن ہے جن علماء نے ارواح کے علم و سماع کا انکار کیا ہے اس سے یہی ادراک و سماع مادی مراد ہو- بالجملہ عالم برزخ عالم ملکوت سے قریب و مشابہ ہے لہٰذا عالم برزخ کے

افعال اس عالم کے افعال کے مقابلہ میں زیادہ قوی ہوتے ہیں، اس باب میں وارد شدہ روایات، صحیحہ پر اگر تأمل اور غور وفکر کیا جائے تو اس مسئلہ کی گتھیاں سلجھ جائیں گی اور مسئلہ آشکار ہو جائے گا۔

شرح مسائرہ میں لکھا ہے کہ امور برزخ کو امور دنیا پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ (۸۶) ملاحدہ نے امور برزخ کا انکار کیا ہے جو محض استبعاد ہے، یہی وجہ ہے کہ ملاحدہ معجزات وکمالات میں کلام کرتے ہیں، یہ دراصل قادر مطلق کی قدرت سے ناواقفیت کی بنیاد پر ہے، یہ ملاحدہ جو اصل نبوت اور معاد وعذاب وثواب بلکہ تمام شرائع کے منکر ہیں، ان سے برزخ کے معاملہ میں یہ کلام کوئی تعجب خیز نہیں ہے، کمال حیرت تو اس بات پر ہے کہ بعض وہ لوگ جو اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں اور خود کو شارع علیہ السلام کی اتباع سے خارج نہیں گردانتے وہ بھی ان ملاحدہ کی تقلید میں بڑا نامناسب کلام کرتے ہیں، کبھی صراحتاً اور کبھی کنایتاً ایسا کلام کرتے ہیں، جو ملاحدہ کے کلام سے مشابہ ہوتا ہے، یہ لوگ روایات صحیحہ قویہ کو طاق نسیاں پر رکھ دیتے ہیں اور ضعیف الدلالۃ، ضعیف المتن روایات کو اپنے وہم کی وجہ سے قویہ گمان کرتے ہیں، اور محافل و مجالس میں اس کا کھل کر اعلان کرتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد ''جذب القلوب'' میں تحریر فرمایا ہے:

بدانکہ تمامۂ اهل سنت و جماعت اعتقاد دارند به ثبوت ادراکات مثل علم و سماع مر سائر اموات را (۸۷)

ترجمہ:- جان لو کہ تمام اہل سنت و جماعت کا اعتقاد یہ ہے کہ ادراکات جیسے علم و

---

(۸۶) المسامرۃ بشرح المسائرہ: کمال ابن ابی شریف: ص ۲۳۰، مطبع امیریہ بولاق، مصر ۱۳۱۷ھ

(۸۷) جذب القلوب الی دیار المحبوب: شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ص ۲۸۵/۲۸۶، مطبع اندیان، کلکتہ ۱۲۶۳ھ

سماع وغیرہ تمام اموات کے لئے ثابت ہے۔

اسی طرح ''جامع البرکات'' وغیرہ میں بھی لکھا ہے، نیز شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ نے تفسیر عزیزی میں جگہ جگہ ارواح کاملہ کے تصرفات اور زائرین قبر کی معرفت اور ادراک کی تصریح کی ہے۔

''شرح علیین ''میں لکھا ہے کہ روح کو قرب وبعد مکانی مانع نہیں ہوتا اور تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں کہ اولیاء مدفونین اور دیگر مدفونین سے انتفاع واستفادہ جائز ہے۔

شرح برزخ میں فرماتے ہیں:

روی ان الانسان اذا صعب علیه امراً فینادی ولیاً من اولیاء الله ان کان حیاً یسمعهٗ الریح طرفة عین أو یعلم الولی بکشف القلوب و ان کان میتاً فیسمع الملائکة فتعین بالشفاعة عنه الله تعالیٰ و علیه المشائخ

ترجمہ:- روایت کی گئی ہے کہ جب انسان کسی پریشانی میں ہو تو اللہ کے ولیوں میں کسی ولی کو پکارے اگر وہ ولی زندہ ہونگے تو پلک جھپکتے ہی ہوا اس کی آواز ان ولی تک پہنچا دے گی، یا وہ ولی کشف قلوب کے ذریعہ اس کو جان لیں گے، اور اگر وہ ولی وفات یافتہ ہوئے تو فرشتے ان تک اس کی ندا پہنچا دیں گے، اللہ تعالیٰ ان ولی کی شفاعت کی وجہ سے اس شخص کی مدد فرمائے گا، مشائخ کا اسی پر عمل ہے۔

فصل دوم

اس فصل میں ہم مخالفین کے اوہام کا ازالہ کریں گے اور خاص کر وہ دلیلیں جو ''تقویت الایمان'' میں ذکر کی گئی ہیں ان کا جائزہ لیں گے، کیونکہ اس منکر (حیدر علی ٹونکی) کو سوائے اس کتاب کے اور کسی کتاب کا نام یاد نہیں ہے، بار بار اسی کتاب کا حوالہ دیتا ہے، درحقیقت یہ بھی اس کی مجبوری ہے، کیونکہ ائمہ سابقین کی کتب میں اس کو اپنے اس اختراعی مسئلہ کا نام ونشان بھی نہیں ملے گا بلکہ ہر جگہ اس کو اپنے موقف کے خلاف ہی ملے گا۔ جب علماء امت میں سے معتبر اور معتمد حضرات کی کتب میں اس کو اپنے نظریات کی تائید نہ ملے تو وہ اگر بار بار ''تقویت الایمان'' کا حوالہ نہ دے تو پھر اور کیا کرے۔ ہم تمام اسماعیلیہ سے عرض کرتے ہیں کہ صاحب تقویت الایمان کی سند کسی مستند کتاب سے دکھا دیں، اور یہ لوگ کیسے دکھا سکتے ہیں، حالانکہ ان کی رائے جمہور اہل اسلام کے خلاف ہے۔

صاحب تقویت الایمان نے اپنے من گھڑت تراشیدہ احکام کی دلیل میں چند آیات اور احادیث نقل کی ہیں، نہ یہ خیال کیا کہ ان آیات کا شان نزول کیا ہے؟ نہ یہ کہ وہ کس بارے میں نازل ہوئی ہیں؟ پھر ان آیات کی تفسیر وتشریح صحابۂ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اور جمہور محدثین ومفسرین کے برخلاف اپنے دل سے گڑھ کر ان پر اپنے دعوے کی بنیاد رکھی ہے، اور دلیل میں حق کے ساتھ باطل کو عجیب طرح خلط ملط کر

دیا ہے، کہیں ایسا کیا ہے کہ جز کا حکم کل پر لگا دیا ہے، دلیل کے مقدمات میں غور و فکر کرنے سے یہ بات آشکارہ ہوتی ہے کہ باوجود تحریفات کے بعض مقدمات کو دلیل سے کوئی مناسبت نہیں ہے اور پھر عوام کو دھوکا دینے کے لئے جگہ جگہ مقدمات کاذبہ کو مقدمات صادقہ کے ساتھ خلط ملط کر دیا ہے- اس کارستانی سے عوام اکثر دھوکا کھا جاتی ہے-

دعا اور پکارنے میں فرق

جہاں جہاں آیات قرآنی میں لفظ ''دعا'' آیا ہے تقویت الایمان میں اس کا ترجمہ ''پکارنا'' کیا گیا ہے، اور پھر پکارنے والے پر شرک کا حکم لگا دیا گیا ہے- اگرچہ پکارنے والا جس کو پکار رہا ہے، اس کی الوہیت کا اعتقاد رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو- حالانکہ اگر پکارنا اعتقاد الوہیت کے بغیر ہو تو اس کے شرک ہونے کا کوئی جواز نہیں ہے-

روایات صحیحہ میں دعا کا عبادت کے معنی میں ہونا خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے-

عن النعمان بن بشير قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الدعاء هو العبادة ثم قرأ ادعوني استجب لكم الى آخر الآية (۸۸)

حضرت نعمان بن بشیر فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دعا ہی عبادت ہے اور پھر حضور نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ادعونی

(۸۸) الف: المستدرک للحاکم: کتاب الدعاء و التكبير والتهليل والتسبيح والذكر
حاکم نے فرمایا: هذا حديث صحيح الاسناد: ج ۱/ص ۶۶۷، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۹۹۰ء
ب: سنن ابی داؤد: باب الدعاء ج ۲/ص ۷۶، دار الفکر، بیروت
ج: جامع الترمذی: کتاب التفسیر: باب و من سورة البقرة
امام ترمذی نے فرمایا: ''هذا حديث حسن صحيح''
د: سنن ابن ماجہ: باب فضل الدعاء ج ۲/ص ۱۲۵۸، دار الفکر، بیروت
و: مسند احمد بن حنبل: ج ۴/ص ۲۶۷، موسسہ قرطبہ، قاہرہ

أستجب لكم-

تفسیر مدارک میں ہے:

قال ربكم "ادعوني اعبدوني استجب لكم" و الدعاء بمعنى العبادة كثير في القرآن و يدل عليه قوله ان الذين يستكبرون عن عبادته و قال صلى الله عليه وسلم الدعاء هو العبادة و قرأ هذه الآية-(۸۹)

ترجمہ:-تمہارے رب نے فرمایا''ادعونی ''یعنی میری عبادت کرو "استجب لکم" اور قرآن کریم میں دعا عبادت کے معنی میں بکثرت وارد ہے، اس آیت میں دعا عبادت کے معنی میں ہے اس پر آیت کا اگلا حصہ "ان الذين يستكبرون عن عبادته" دلالت کررہا ہے-(۹۰)

اور اگر دعا عبادت کے معنی میں نہ ہو بلکہ صرف پکارنے اور ندا کرنے کے معنی میں ہو تو بھی مطلقاً شرک نہیں ہوگی، اس لئے کہ مشرکین کی دعا ندا اور پکارنا غیر اللہ کی الوہیت کے اعتقاد کے ساتھ تھا، اور کلمۂ توحید کے انکار کے ساتھ تھا- لہٰذا شرک کا دارومدار صرف پکارنے پر نہیں، بلکہ شرک اس وقت ہوگا جب غیر اللہ کو پکارنے کے ساتھ ساتھ اس کی الوہیت کا اعتقاد رکھا جائے-

---

(۸۹) تفسیر مدارک: تفسیر سورۂ مومن آیت ۶۰ - ج ۴ ص ۸۷ موسسہ علوم القرآن، دمشق ۱۴۰۴ھ

(۹۰) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "ادعوني أستجب لكم والذين يستكبرون عن عبادته سيدخلون جهنم داخرين" (المؤمن آیت ۶۰) ترجمہ:-''تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا، اور وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبراً اعراض کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہونگے''-اس آیت میں دعا عبادت کے معنی میں ہے، اس کی دلیل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک پیش کی جاتی ہے جو اوپر مذکور ہوئی- صاحب تفسیر مدارک فرماتے ہیں کہ خود اگر اسی آیت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہاں دعا عبادت کے معنی میں ہے، آیت کے پہلے حصہ میں دعا کرنے کا حکم دیا جارہا ہے اور پھر اگلے حصہ میں فرمایا''جو لوگ اس کی عبادت سے تکبراً اعراض کرتے ہیں'' یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ "ادعونی "میں دعا عبادت کے معنی میں ہے-

تفسیر میں آیت کے مورد نزول کی اہمیت

صاحب ''تقویت الایمان'' نے دوسری غلطی یہ کی ہے کہ آیات میں جہاں بھی لفظ دعا وارد ہوا ہے وہاں پر اس کے شان نزول پر بالکل توجہ نہیں کی- اور آیات کے اسباب نزول سے صرف نظر کر کے ان کو غیر محمل میں منطبق کیا ہے- اور اپنے گڑھے ہوئے معانی اور آیات کے درمیان فرضی ربط پیدا کرنے کی کوشش کی ہے-

حالانکہ موارد نزول کی معرفت اور ان کی رعایت علم تفسیر کا ایک اہم رکن ہے، جو خود صحابۂ کرام سے ثابت ہے، بخاری، مسلم اور ترمذی میں حضرت ابن عباس کے بارے میں روایت موجود ہے کہ:

ان مروان قال اذهب یا رافع لبوّابه الی ابن عباس فقل لئن کان کل امرئ منا فرح بمااتیٰ و احب ان یحمد بما لم یفعل معذباً لنعذبن اجمعون فقال ابن عباس مالکم و لهذه الآیة انما انزلت هذه الآیة فی اهل الکتاب ثم تلا ابن عباس و اذ اخذ الله میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننه للناس و لاتکتمونه- (۹۱)

ترجمہ:-مروان نے اپنے دربان سے کہا، اے رافع! ابن عباس کے پاس جا کر کہو کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے کئے ہوئے کاموں پر خوش ہوتا ہے اور اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی ان کاموں پر تعریف کی جائے جو اس نے نہیں کئے، اگر ایسے شخص کو عذاب دیا جائے تو پھر ہم سب کو عذاب ہوگا- ابن عباس نے فرمایا تمہارا اس آیت سے کیا تعلق ہے یہ آیات تو اہل کتاب کے متعلق نازل کی گئی ہیں، پھر حضرت ابن عباس نے یہ آیات تلاوت کیں ''و اذ اخذ الله'' الخ (ترجمہ) اور یاد کرو جب اللہ

---

(۹۱) الف: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب لاتحسبن الذین یفرحون بما اتوا و یحبون الخ
ب: صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین و احکامهم
ج: جامع الترمذی: ابواب التفسیر: باب و من سورة آل عمران

نے اہل کتاب سے یہ عہد لیا کہ تم اس کو لوگوں سے ضرور بیان کرو گے، اور اس کو نہیں چھپاؤ گے، تو انہوں نے معمولی معاوضہ کے بدلے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا، تو جس چیز کو وہ خرید رہے ہیں وہ کیسی بری ہے- ان کو ہرگز نہ سمجھنا جو اپنے کاموں پر خوش ہوتے ہیں اور یہ خواہش رکھتے ہیں کہ ان کی ان کاموں پر تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کئے تو ایسے لوگوں کے بارے میں ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ وہ عذاب سے نجات پائیں گے، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے- (۹۲)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ آیات جس سیاق وسباق میں نازل ہوئی ہیں ان سے قطع نظر کر کے آیات کی تفسیر کرنا درست نہیں ہے- آپ نے دیکھا کہ اللہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جو لوگ اپنے کاموں پر خوش ہوتے ہیں اور جو کام انہوں نے نہیں کئے اس پر اپنی تعریف کے خواہش مند ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے عذاب ہے- اس سے مروان کو تشویش ہوئی کہ اگر یہی بات ہے تو ہم میں سے کون ہے جو اپنے کاموں پر خوش نہ ہوتا ہو، لہٰذا ہم میں سے کوئی عذاب سے نہ بچ سکے گا، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کی تشویش یہ کہہ کر دور کر دی کہ یہ آیت اہل اسلام کے بارے میں نہیں ہے بلکہ یہ تو اہل کتاب کے بارے میں ہے-

امام سیوطی الاتقان میں حضرت ابن عباس سے نقل فرماتے ہیں-

اخرج ابو الشیخ من الضحاك قال قال ابن عباس احفظ عنّی کل شئی فی القرآن و ما لهم فی الارض من ولی و لانصیر فهو للمشرکین فأما المؤمنون فما اکثر انصارهم و شفعاء هم (۹۳)

ترجمہ:- ابو الشیخ نے ضحاک سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت ابن

(۹۲) سورۂ آل عمران: آیت ۱۸۷، ۱۸۸

(۹۳) الاتقان فی علوم القرآن: السیوطی: ج ۱ / ص ۴۲۳، دار الفاروق الحدیثة، القاهره ۱۴۱۵ھ النوع التاسع فی معرفة الوجوه و النظائر

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ قرآن کی ہر بات مجھ سے سن لو اور یاد کر لو- قرآن میں جہاں کہیں بھی "مالھم فی الارض من ولی و لا نصیر" (ان کے لئے دنیا میں کوئی ولی و نصیر نہیں) ہے وہ مشرکین کے لئے آیا ہے کیونکہ مؤمنین کے تو بہت انصار اور شفاعت کرنے والے ہیں-

اس روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر کے وقت آیتوں کے سیاق و سباق اور ان کے موارد نزول کو مدنظر رکھنا چاہیے- یعنی جو آیات مشرکوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ان کو مؤمنین پر منطبق کرنا درست نہیں ہے- بلکہ یہ تو گمراہ خارجیوں کا طریقہ تھا- امام بخاری حضرت ابن عمر کا فرمان نقل فرماتے ہیں:

و کان ابن عمر یراھم شرار الخلق و قال انھم انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار، فجعلوھا علی المؤمنین (۹۴)

ترجمہ:- ابن عمر خوارج کو مخلوق خدا میں سب سے زیادہ برا گمان کرتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ جو آیات کفار کے حق میں نازل ہوئی ہیں، ان کو خوارج مسلمانوں کے اوپر محمول کر دیا کرتے تھے-

غرض کہ اس بات کے شواہد بہت ہیں کہ آیات قرآنیہ کو موارد نزول سے کاٹ کر دیکھنا اور ان کے سیاق و سباق کو یکسر نظر انداز کر دینا صحابہ اور جمہور مفسرین کے طریقے کے خلاف ہے-

جس وقت ''تقویت الایمان'' کا ہنگامہ برپا ہوا تو ایک شخص نے اسماعیل دہلوی سے کہا کہ جو آیات مشرکین کے حق میں وارد ہوئی ہیں، ان کو آپ نے مسلمانوں پر چسپاں کر دیا، اور پھر اس شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذکورہ بالا قول سنایا اور کہا کہ ولی و نصیر کی نفی مشرکین کے لئے ہے لیکن آپ نے صرف اس بنیاد

---

(۹۴) بخاری: کتاب استتابة المرتدین والمعاندین وقتالھم :باب قتل الخوارج و الملحدین بعد اقامة الحجة علیھم

پر مسلمانوں کو مشرک قرار دے دیا کہ وہ کسی کو اپنا ولی ونصیر سمجھتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ آیات کے شان نزول اور موارد کو صحابہ سے بھی زیادہ جانتے ہیں۔ اسماعیل دہلوی نے بے ساختہ جواب دیا کہ: "صحابہ میں بہت سے لوگ تمہاری طرح اس آیت کے مصداق تھے:و ما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون (۹۵)

ترجمہ:۔ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان نہیں لائے، مگر اس حال میں کہ وہ شرک کرتے ہیں۔ہم صحابہ پر ایمان نہیں لائے ہیں۔"

معاذ اللہ کیا دیانت وخوش فہمی ہے، حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "فاتبعو السواد الاعظم" (۹۶) ترجمہ:۔سواد اعظم کی اتباع کرو۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون (۹۷) ترجمہ:۔اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل علم سے پوچھ لو۔

اسماعیل دہلوی نے ان سب کو پس پشت ڈال دیا۔ اور پھر آیت کریمہ "و مایؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون" کے بارے میں جو دہلوی نے کہا وہ بھی حدیث پاک "من قال فی القرآن برأیہ فلیتبوأ مقعدهٗ من النار" (۹۸)

ترجمہ:۔جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے کے مصداق ہے۔

اس آیت کو اس مقام پر لانا بھی اسی غلطی کی بنیاد پر ہے، کیونکہ یہ بھی ان مشرکین

(۹۵) سورۂ یوسف: آیت ۱۰۶

(۹۶) المستدرك للحاكم : عن ابن عمر : ج ۱ ص ۱۹۹

(۹۷) النحل آیت ۴۳

(۹۸) جامع الترمذی: عن ابن عباس: باب ما جاء في الذي يفسر القرآن برأيه :
امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔ ترمذی میں ایک دوسری روایت بھی ہے جس میں "برایہ" کی جگہ "بغیر علم" ہے۔ اس کو امام ترمذی نے حدیث حسن صحیح قرار دیا ہے۔

کے حق میں نازل ہوئی ہے جو اللہ کی خالقیت کا اقرار تو کرتے تھے مگر اس کے باوجود کلمۂ توحید کا انکار کرتے تھے اور بتوں کو بھی معبود سمجھتے تھے۔

تفسیر مدارک میں اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں لکھا ہے۔

و ما یؤ من اکثرھم فی اقرارہ باللہ و بأنہ خلقہ و خلق السمٰوٰت الا و ھو مشرك بعبادۃ الاوثان الجمھور علی انھا نزلت فی المشرکین، لأنھم مقرون باللہ خالقھم، و رازقھم و اذا حزّبھم امر شدید دعو اللہ و مع ذلك یشرکون بہ غیرہ (۹۹)

ترجمہ:۔نہیں ایمان لاتے ہیں ان میں کے اکثر اللہ کے اقرار میں اور اس بات کے اقرار میں کہ اسی نے ان کو اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے، مگر وہ (اس اقرار کے باوجود) مشرک ہیں، بتوں کو پوجنے کی وجہ سے، اس لئے وہ مشرکین اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ اللہ ان کا خالق ورازق ہے، اور جب ان کو کوئی مصیبت آتی تو وہ اللہ ہی کو پکارتے تھے مگر اس کے باوجود وہ غیر کو اس کا شریک ٹھہراتے تھے، جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

تقویت الایمان کے شروع میں بھی اس آیت کو نقل کر کے اس کی من مانی تفسیر کی گئی ہے اور تمام اہل اسلام بلکہ اولیاء وانبیاء کو نشانہ بنایا ہے۔ اب ہم ''تقویت الایمان'' کی چند عبارتوں کا رد وابطال کریں گے جو ہمارے موضوع سے متعلق ہیں۔

تقویت الایمان کی پہلی عبارت

قال اللہ تعالیٰ و ان المساجد للہ فلاتدعوا مع اللہ احداً و انہ لما قام عبد اللہ یدعوہ کادوا یکونون علیہ لبدا قل انما ادعوا ربی و لا اُشرك بہ احدا

ترجمہ:۔اور فرمایا اللہ صاحب نے سورۂ جن میں اور بے شک سجدے اللہ ہی کو ہیں

(۹۹) تفسیر مدارک التنزیل: ابوالبرکات النسفی: ج ۲ ص ۲۰۷

سونہ پکارو ساتھ اللہ کے کسی کو اور جب کھڑا ہوتا ہے، بندہ اللہ کا کہ پکارے اس کو تو بے وقوف لوگ قریب ہے کہ ہو جائیں، اس پر ٹھٹھ کہہ کہ میں تو پکارتا ہوں اپنے رب کو اور نہیں شریک سمجھتا ہوں کسی کو (فائدہ) یعنی جب کوئی اللہ کا بندہ اپنے پاک دل سے اس کو پکارتا ہے تو بے وقوف لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو بڑا بزرگ ہو گیا یہ جو چاہے سو دیوے اور جس سے جو چاہے چھین لے سو اس بات کی امید کر کے اس پر ہجوم کرتے ہیں، سو اس بندہ کو چاہیے کہ سچی بات بیان کر دے کہ مشکل کے وقت پکارنا اللہ ہی کا حق ہے اور نفع نقصان کی امید رکھنی اسی سے چاہیے کہ یہ معاملہ اور کسی سے کرنا شرک ہے اور شرک سے میں بیزار ہوں سو کوئی یہ چاہے کہ یہ مجھ سے کرے اور میں اس سے راضی ہوں یہ ہر گز ممکن نہیں، اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ ادب سے کھڑا ہونا اور اس کو پکارنا اور اس کا نام جپنا انہیں کاموں سے ہے کہ اللہ صاحب نے خاص اپنے لئے ٹھہرائے ہیں اور کسی سے یہ معاملہ کرنا شرک ہے۔ (۱۰۰)

---

(۱۰۰) تقویت الایمان: ص ۳۱، ۳۲ کتب خانہ رحیمیہ، دیو بند

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں جہاں بھی تقویت الایمان کی عبارتیں نقل فرمائی ہیں وہ تقویت الایمان کے بالکل ابتدائی نسخوں سے لی گئی ہیں۔ تقویت الایمان کی بعد کی اشاعتوں میں بہت سی جگہ تبدیلی اور کاٹ چھانٹ ہوتی رہی ہے۔ اس وقت ہمارے پیش نظر تقویت الایمان کا وہ نسخہ ہے جو کتب خانہ رحیمیہ دیو بند سے شائع ہوا ہے۔ جب مذکورہ بالا عبارت کا ہم نے اس نسخہ سے مقابلہ کیا تو اس میں کئی جگہ تبدیلی پائی مثلاً مصنف کی نقل کردہ عبارت میں ہے "فرمایا اللہ صاحب نے" مگر اس نسخہ میں "فرمایا اللہ تعالیٰ نے" چھپا ہے۔ اسی طرح ایک جگہ ہے کہ "تو بے وقوف لوگ قریب ہے کہ ہو جائیں اس پر ٹھٹھ" مگر اس نسخہ سے لفظ بے وقوف نکال کر عبارت یوں ہے "تو لوگ قریب ہے کہ ہو جاویں اس پر ٹھٹھ"۔ اسی طرح یہاں بھی اور آگے کی عبارتوں میں بھی جگہ جگہ تبدیلی موجود ہے۔

یہ تحریف اور کاٹ چھانٹ اسی زمانہ میں شروع ہو گئی تھی۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تقویت الایمان

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

تقویت الایمان کی پہلی عبارت کارد

یہ عجیب وغریب عبارت ہے کہ آیت کریمہ سے مطلقاً کوئی مناسبت اور تعلق نہیں رکھتی، آیت کریمہ کی یہ تفسیر جمہور مفسرین کے خلاف ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ:

حدثنا موسی بن اسماعیل حدثنا ابو عوانة عن ابی بشر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال: انطلق رسول اللّٰہ فی طائفة من اصحابه عامدین الی سوق عکاظ، و قد حیل بین الشیاطین و بین خبر السماء و ارسلت علیهم الشهب فرجعت الشیاطین فقالوا مالکم؟ فقالوا: حیل بیننا و بین خبر السماء و ارسلت علینا الشهب قال ما حال بینکم و بین خبر السماء الا ما حدث، فضربوا مشارق الارض و مغاربها ینظرون ما هذا الامر الذی حال بینهم و بین خبر السماء قال فانطلق الذین توجهوا نحو تهامة الی رسول اللّٰہ بنخلة وهو عامد الی سوق عکاظ، و هو یصلی باصحابه صلاة الفجر فلما سمعوا القرآن تسمعوا له فقالوا هذا الذی حال بینکم و بین خبر السماء، فهنالك رجعوا الی قومهم، فقالوا: یا قومنا انا سمعنا قرآنا عجبا یهدی الی الرشد فامنا به و لن نشرك بربنا احدا و انزل الله عز و جل علی نبیه قل اوحی الی انه استمع نفر من الجن و انما اوحی

بقیہ حاشیہ:

کی بحث شفاعت کے رد میں ایک تحقیقی کتاب تصنیف فرمائی ہے جس کا نام "فوز المومنین بشفاعة الشافعین" ہے اس میں آپ نے اس تحریف کی چند مثالیں دی ہیں۔ راقم الحروف نے اس کتاب کی تسہیل، تخریج اور تحقیق کی ہے، جو عنقریب (ان شاء اللہ) "عقیدۂ شفاعت کتاب وسنت کی روشنی میں" کے نام سے منظر عام پر آ رہی ہے اس میں ہم نے تقویت الایمان کے مختلف نسخوں کا مقابلہ کر کے مسئلہ تحریف پر تفصیلی نوٹ لگایا ہے، لہٰذا یہاں ہم اس بحث کو قلم انداز کرتے ہیں، اہل ذوق وہاں اس بحث کا مطالعہ کریں۔

الیہ قول الجن (۱۰۱)

ترجمہ:- حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ بازار عکاظ کے ارادے سے روانہ ہوئے، اس زمانے میں شیطانوں سے آسمانوں کی خبریں بند کردی گئیں تھیں، اوران پر آسمان سے انگارے برستے تھے، جب شیاطین آسمان سے ناکام واپس آئے تو دوسرے جنات نے پوچھا کیابات ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم سے آسمانی خبریں روک لی گئیں، اور ہم پر انگارے برسائے گئے، دریافت کرنے والوں نے کہا کہ خبریں رکنے کا سبب لامحالہ کوئی ایسا واقعہ ہے جو ابھی نیا ہوا ہے، تم لوگ زمین کے مشرق ومغرب میں گھومو اور دیکھو کیا چیز ہے جو ان کے اور آسمانی خبروں کے درمیان حائل ہوگئی ہے- وہ چل دیئے، تہامہ کی طرف آنے والے جنات کا گزر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہوا جو اس وقت مقام نخلہ میں تھے اور بازار عکاظ جانے کا ارادہ رکھتے تھے، اور اس وقت صحابہ کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے، جنات نے جب قرآن سنا تو غور سے سنتے رہ گئے، اور کہنے لگے کہ اسی سبب سے ہم سے آسمانی خبریں بند کرلی گئی ہیں، یہ سن کرفوراً واپس اپنی قوم کے پاس گئے اور کہا کہ اے قوم! ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے، جو راہ راست کی ہدایت کرتا ہے، ہم تو اس پر ایمان لے آئے، اب اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، اس کے بعد اللہ نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل فرمائی: "قل اوحی الی انه استمع نفر من الجن" الخ درحقیقت جنات کا قول آپ کو وحی کے ذریعہ بتایا گیا تھا-

آیت کریمہ کی اس تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ سے حضور کی ذات گرامی مراد ہے اور "کادوا یکونون علیه لبدا" سے صحابہ کی جماعت مراد ہے- ترمذی

(۱۰۱) الف: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب تفسیر سورۃ الجن: عن ابن عباس

ب: مسلم کتاب الصلوٰۃ: باب الجهر بالقراءۃ فی الصبح والقراءۃ علی الجن

نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ:

قال قول الجن لقومهم لما قام عبد الله يدعوهٗ كادوا يكونون عليه لبدا قال لما رأوه يصلى و اصحابه يصلون بصلاته فيسجدون بسجوده قال فعجبو امن طواعية اصحابه له قالوا لقومهم لما قام عبد الله يدعوه كادوا يكونون عليه لبدا قال هذا حديث حسن صحيح (۱۰۲)

ترجمہ:- ابن عباس نے فرمایا کہ جنات کا اپنی قوم سے یہ کہنا "لما قام عبد الله يدعوه كادوا يكونون عليه لبدا" یہ اس وقت ہے جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے صحابہ آپ کی اقتداء کر رہے تھے، صحابہ کا اس طرح حضور کی اقتداء کرنا ان کو تعجب خیز معلوم ہوا تو انہوں نے اپنی قوم سے کہا، جب اللہ کا بندہ کھڑا ہوتا ہے تا کہ اس کی عبادت کرے تو لوگ اس پر ہجوم کر کے آ جاتے ہیں، ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آیت کریمہ میں عبداللہ سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد ہے اور جو لوگ آپ پر ہجوم در ہجوم آتے ہیں، ان سے صحابہ کی جماعت مراد ہے۔

اس سے قطع نظر کہ آیت کریمہ میں لفظ "یدعو" کے معنی میں اسماعیل دہلوی نے تحریف کی بلکہ لفظ "کادوا یکونون" جو صحابۂ کرام کے بارے میں ہے، کیسی بے ادبی کے ساتھ اس سے بے وقوف لوگ مراد لئے ہیں اور آیت کریمہ کا وہ معنی بیان کیا جس کو صحیح ثابت تفسیر سے کوئی مناسبت اور تعلق نہیں اور حق سے کتنا دور ہو گیا اور اگر مصنف کے زعم فاسد میں ابن عباس کی تفسیر یا صحیح بخاری، مسلم اور جامع ترمذی قابل استناد نہیں ہیں تو ان سب سے قطع نظر خود مصنف نے آیت کا جو ترجمہ کیا ہے اگر چہ وہ صحیح تفاسیر کے خلاف ہی سہی مگر اپنے بیان کردہ فائدہ میں جو باتیں لکھی ہیں وہ اس

(۱۰۲) ترمذی: کتاب التفسیر: باب و من سورة الجن

ترجمہ سے کیا مناسبت رکھتی ہیں، اگر اس کے ترجمہ اور فائدہ میں بیان کردہ امور پر غور کرلیا جائے تو یہ بات صاف طور پر سمجھ میں آتی ہے۔

ہاں! اس آیت کی ایک تفسیر اور آئی ہے، جس کو امام ترمذی نے سعید بن جبیر سے روایت کر کے تصحیح کی ہے وہ روایت یہ ہے کہ:

عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال كان الجن يصعدون الى السماء يستمعون الوحى فاذا الكلمة زادوا فيها تسعا فاما الكلمة فتكون حقا و اما ما زادوه فيكون باطلاً فلما بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم منعوا مقاعدهم فذكروا ذلك لابليس و لم تكن النجوم يرمى بها قبل ذلك فقال لهم ابليس ما هذا الا من امر قد حدث فى الارض فبعث جنوده فوجدوا رسول الله صلى الله عليه وسلم قائماً يصلى بين جبلين اراه قال بمكة فلقوه فاخبروه فقال هذا الحديث الذى حدث فى الارض هذا حديث حسن صحيح (۱۰۳)

ترجمہ:۔حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ جنات آسمان کی طرف چڑھتے اور وحی سننے کی کوشش کرتے تھے، جب ایک بات سنتے تو اس میں نو باتیں اپنی طرف سے بڑھا دیتے تھے، وہ ایک بات تو حق ہوتی تھی اور جو وہ بڑھاتے تھے وہ باطل اور غلط ہوتی تھی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا، تو جس جگہ بیٹھ کر وہ وحی سنتے تھے اس جگہ سے ان کو روک دیا گیا، انہوں نے اس بات کا ذکر ابلیس سے کیا، اس سے پہلے ستاروں سے پھینک کر (ان کو) نہیں مارا جاتا تھا، ابلیس نے ان سے کہا، یقیناً زمین میں کوئی نئی بات ہوئی ہے جس کی وجہ سے یہ رکاوٹ ہے، اس نے اپنے لشکر روانہ کیے، لشکر نے حضور علیہ السلام کو اس حال میں پایا کہ آپ دو پہاڑوں کے درمیان نماز پڑھ رہے ہیں (راوی کہتا ہے کہ شاید مکہ میں نماز پڑھ رہے تھے) یہ دیکھ کر وہ ابلیس سے ملے اور اس کو خبر دی، اس نے کہا یہی بات ہے جو زمین میں نئی پیدا ہوئی

(۱۰۳) ترمذی کتاب التفسیر: باب و من سورة الجن

ہے- یہ حدیث حسن صحیح ہے-

اور بعض مفسرین کے نزدیک ''لما قام عبد اللہ'' یہ "اوحی" کا مفعول ہے اور ''کادوا یکونون'' کی ضمیر صحابہ کی طرف نہیں بلکہ جنات کی طرف لوٹ رہی ہے، ہر چند اس بارے میں بخاری، مسلم اور ترمذی کی حسن صحیح قرار دی ہوئی روایت کے مقابلہ میں اس روایت پر اعتماد اور ترجیح مناسب نہیں ہے اس کے باوجود یہ روایت بھی صاحب تقویت الایمان کے گڑھے ہوئے ترجمہ اور تفسیر سے کوئی تعلق نہیں رکھتی-

علامہ بیضاوی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وانّ المساجد للّٰہ" مختصۃ بہ "فلا تدعوا مع اللہ احداً، فلاتعبدوا فیھا غیرہ (۱۰۴)

ترجمہ:- بے شک سب مسجدیں اللہ ہی کے لئے خاص ہیں تو اس میں اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت مت کرو-

آگے فرماتے ہیں:

"وانہ لما قام عبد اللہ" ای النبی صلی اللہ علیہ وسلم و انما ذکر بلفظ العبد للتواضع فانہ واقع موقع کلامہ عن نفسہ و الاشعار بما ھو المقتضی لقیامہ "یدعوہ" یعبدہ "کادوا" کاد الجن یکونون علیہ لبدا متراکمین من ازدحامھم علیہ مجتمعین لابطال امرہ (۱۰۵)

ترجمہ:- "وانہ لما قام عبد اللہ" اس میں عبداللہ سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور یہاں آپ کا ذکر لفظ عبد (بندہ) سے کیا گیا ہے، یہ تواضعاً اور انکساراً ہے، اس لئے کہ یہ لفظ ایسے موقع محل میں وارد ہے، جہاں آپ خود اپنے بارے میں کلام فرما رہے ہیں اور یہ آپ کے سبب قیام کی طرف اشارہ بھی ہے کہ آپ کیوں کھڑے ہو رہے ہیں، یدعوہ یعنی یعبدہ (اس کی عبادت کررہا ہے) "کادوا" یعنی جنات اس

(۱۰۴) تفسیر بیضاوی: تفسیر سورۃ الجن، ج ۵ رص ۴۰۰، دار الفکر، بیروت

(۱۰۵) مرجع سابق

بندے پر بھیڑ لگاتے ہیں ایک کے اوپر ایک، اس بندے (یعنی حضور) کے معاملہ کو ختم کرنے کے لئے۔

تفسیر روح البیان میں ہے:

یدعوہ ای یعبدہٗ و ذلك قیامه لصلاۃ الفجر بنخلة کما سبق "کادوا" ای قرب الجن یکونون علیه لبدا جمع لبدۃ بالکسر نحو قربة و قرب و هی ما تلبد بعضه علی بعض ای تراکب و تلاصق و منها لبدۃ الاسد و هی الشعر المتراکب بین کتفیه و الجن متراکمین یرکب بعضهم بعضا و یقع من ازدحامهم علی النبی علیه السلام تعجبا مما شاهدوا من عبادته و سمعوا من قرائته و اقتداء اصحابه به قیاماً و قعودا و سجودا لانهم رأوا مالم یروا مثله قبله و سمعوا مالم یسمعوا بنظیره و علی قرائة الکسر اذ جعل مقول الجن فضمیر کادوا لاصحابه علیه السلام الذین کانوا مقتدین به فی الصلوٰۃ (۱۰۶)

ترجمہ:- یدعوہ 'کا معنی ہے' یعبدہ' (وہ بندہ اس کی عبادت کرتا ہے) یہ مقام نخلہ میں حضور علیہ السلام کے نماز فجر ادا کرنے کی طرف اشارہ ہے، جیسا کہ پیچھے مذکور ہوا "کادوا" یعنی قریب تھا کہ جن ان پر ہجوم کرتے "لبدا" لبدۃٌ کی جمع ہے جیسے قربۃٌ لِبد کا معنی ہے ایک دوسرے سے گتھ جانا، یعنی ایک کے اوپر ایک ٹھٹھ لگانا، اور اسی سے کہا جاتا ہے "لبدۃ الاسد" یعنی شیر کے وہ بال جو اس کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک دوسرے میں گتھے ہوئے ہوتے ہیں، اور مراد یہ ہے کہ جنات ایک کے اوپر ایک ہجوم کئے ہوئے حضور علیہ السلام کو حیرت وتعجب سے دیکھ رہے تھے، انہیں اس سے تعجب وحیرت تھی جو انہوں دیکھا حضور کی عبادت اور آپ کی قرات، اور آپ کے صحابہ کی اقتدا، قیام، قعود اور سجود وغیرہ میں، اس لئے کہ جو کچھ انہوں نے دیکھا تھا اس سے پہلے ایسا کبھی نہیں دیکھا اور جو کچھ سنا پہلے ایسا نہیں سنا تھا- اور اگر "أنهٗ لما قام" میں

(۱۰۶) روح البیان: ج ۱۰/۱۹۸، المکتبة الاسلامیة، استنبول ۱۹۲۸ء

أنه کے الف پر زیر پڑھا جائے یعنی إنّه تو یہ ابتداء سورت میں واقع "فقالوا" کا مقولہ بن جائے گا، اور اس صورت میں "کادوا" کی ضمیر صحابۂ کرام کی طرف لوٹے گی جو اس موقع پر حضور کی اقتداء کر رہے تھے۔

اس سے واضح ہوگیا کہ آیت کریمہ میں "کادوا یکونون علیه لِبدا" (یعنی اس اللہ کے بندے پر ہجوم لگاتے ہیں) سے مراد یا تو صحابہ ہیں یا پھر وہ جنات ہیں جو حیرت واستعجاب کی وجہ سے آپ کو دیکھنے کے لئے ایک کے اوپر ایک گرے پڑ رہے تھے، اب آپ غور کریں صاحب تقویت الایمان نے کہاں کی آیت کہاں لاکر چسپاں کی ہے۔

تقویت الایمان کی دوسری عبارت

قال اللہ تعالیٰ: إن یدعون من دونه الا إناثا و إن یدعون الا شیطانا مریدا

ترجمہ:- فرمایا اللہ صاحب نے سورۂ نساء میں کہ نہیں پکارتے ہیں لوگ ورے اللہ کے مگر عورتوں کو اور نہیں پکارتے ہیں مگر شیطان سرکش کو کہ لعنت کی اس کو اللہ نے۔

فائدہ:- یعنی اللہ صاحب کے سوا جو اوروں کو پکارتے ہیں سو اپنے خیال میں عورتوں کا تصور باندھتے ہیں، کوئی حضرت بی بی کا نام ٹھہراتا ہے، کوئی بی بی آسیہ کا، کوئی بی بی اتاولی کا، کوئی لال پری کا، کوئی سیاہ پری کا غرض کہ ایسے ہی تصور باندھتے ہیں اور وہاں حقیقت میں نہ کوئی عورت ہے نہ مرد یہ محض اپنا خیال ہے۔ (۱۰۷)

تقویت الایمان کی دوسری عبارت کا رد

عجیب تفسیر ہے بلکہ ترجمہ ہی درست نہیں ہے اور شان نزول کا لحاظ نہ کرنے کی تو صاحب تقویت الایمان نے گویا قسم کھالی ہے اور جمہور مفسرین کی مخالفت کو اپنا شعار بنا

(۱۰۷) تقویت الایمان ص ۳۸، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند

لیا ہے چونکہ سردست ہمارا مقصد انبیاء اور اولیاء کو ندا کرنے پر حکم شرک لگانے کا رد کرنا ہے، لہٰذا ہم اس عبارت میں واقع دوسری تلبیسات اور تحریفات سے قطع نظر کرتے ہیں اور اس کو کسی دوسرے وقت کے لئے اٹھار کھتے ہیں۔

ہم یہاں صرف چند معتبر تفاسیر کے حوالہ سے واضح کریں گے کہ اس آیت میں "یدعون" کا کیا معنی ہے؟ اور اس عبارت کی دوسری غلطیاں ایسی ہیں کہ تأمل وتفکر کے بعد خود اہل عقل وفہم وہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔

مدارک میں ہے:

ان یدعون من دونہ ما یعبدون من دون اللہ الا اناثا جمع انثی و ھی الات و العزی و منلۃ و لم یکن حی من احیاء العرب الا و لھم صنم یعبدونہ انثی بنی فلان و قیل کا نوا یقولون فی اصنامھم ھن بنات اللہ و ان یدعون ما یعبدون الا شیطانا لانہ ھو الذی عزامھم علی عبادتھم الاصنام فأطاعوہ فجعلت طاعتھم لہ عبادۃ مریدا خارجاً عن الطاعۃ عاریا عن الخیر (۱۰۸)

ترجمہ:- "ان یدعون من دونہ" سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں، "اناثا" یہ انثی کی جمع ہے اور ان سے مراد لات، عزیٰ اور منات ہیں۔ عرب کے ہر محلہ والوں کا ایک بت تھا جس کی وہ عبادت کرتے تھے، اور کہا گیا ہے کہ عرب والے ان بتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ "وان یدعون" یعنی وہ عبادت نہیں کرتے ہیں مگر شیطان کی اس لئے کہ اسی نے ان کو بتوں کی عبادت پر آمادہ کیا تھا، تو انہوں نے شیطان کی اطاعت کی، لہٰذا شیطان کی اطاعت کو اس کی عبادت قرار دیا، "مریداً" کا مطلب ہے اطاعت سے سرکشی کرنے والا اور خیر اور بھلائی سے محروم۔

جلالین شریف میں ہے:

"ان" ما "یدعون" یعبد المشرکون "من دونہ" ای اللہ ای غیرہ "الّا

(۱۰۸) تفسیر مدارک ج ۱ ص ۲۴۹ زیر آیت ۱۱۷، سورۂ نساء

اناثا" اصناما مؤنثة کاللات و العزی و مناة(۱۰۹)

ترجمہ:- "ان" یعنی نہیں "یدعون" یعنی مشرکین عبادت کرتے ہیں۔"من دونہ" یعنی غیر اللہ کی "الا اناثا" یعنی مؤنث بتوں کی جیسے لات، عزیٰ اور منات۔

تفسیر بیضاوی میں ہے:

"و ان یدعون" و ان یعبدونها بعبادتها(۱۱۰)

ترجمہ!"و ان یدعون" یعنی عبادت نہیں کرتے ہیں۔

تفسیر معالم التنزیل میں ہے:

و ان یدعون من دونه الا اناثا ای ما یعبدون لقوله تعالیٰ و قال ربکم ادعونی ای اعبدونی بدلیل قوله تعالیٰ و ان الذین یستکبرون عن عبادتی و قوله من دونه ای من دون الله الا اناثا اراد بالاناث الاوثان لانهم کانوا یسمونها باسم الاناث و کانوا یقولون لصنم کل قبیلة انثی بنی فلان (۱۱۱)

ترجمہ:-"و ان یدعون من دونه الا اناثا" یعنی وہ عبادت نہیں کرتے ہیں (یہاں یدعون یعبدون کے معنی میں ہے اس کی دلیل) اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے "اور تمہارے رب نے کہا میری عبادت کرو" اس لئے کہ آیت کا اگلا حصہ یہ ہے "ان الذین یستکبرون عن عبادتی" (یعنی جو لوگ میری عبادت سے تکبراً اعراض کرتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ کے قول "من دونہ" سے مراد غیر اللہ ہے۔"الا اناثا" اناث سے مراد بت ہیں، اس لئے کہ اہل عرب بتوں کا نام عورتوں کے نام پر رکھتے تھے، اور ہر قبیلہ کے بت کو کہا کرتے تھے کہ یہ فلاں قبیلہ کی عورت ہے۔

ان تمام معتبر تفسیروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو آیت صاحب تقویت الایمان نے نقل کی ہے، اس میں پکارنے کا مطلب عبادت کرنا ہے، اور یہ مشرکین عرب کے

(۱۰۹) تفسیر جلالین: ص ۸۷، اصح المطابع، دہلی ۱۲۸۶ھ

(۱۱۰) تفسیر بیضاوی ج ۲ رص ۲۵۴، دار الفکر، بیروت

(۱۱۱) معالم التنزیل: زیر آیت ۱۱۷، سورۂ النساء ج ۱ رص ۳۸۱، دار المعرفۃ، بیروت ۱۹۸۷ء

بارے میں نازل ہوئی ہے، جو آیت مشرکین کے بارے میں ہو اس کو مسلمانوں پر چسپاں کرنا اور جس میں غیر اللہ سے بت مراد ہوں ان سے اولیاء وانبیاء مراد لینا کہاں کی دیانت ہے۔

تقویت الایمان کی تیسری عبارت

قال اللہ تعالیٰ: و من اضل ممن یدعو من دو ن اللہ من لا یستجیب لہ الی یوم القیامۃ و ھم عن دعائھم غافلو ن

ترجمہ:۔فرمایا اللہ صاحب نے یعنی سورۂ احقاف میں اور کون زائد گمراہ ہے اس شخص سے کہ پکارتا ہے وری اللہ سے ان لوگوں کو کہ نہ قبول کریں گے اس کی بات کو قیامت کے دن تک اور وہ ان کے پکارنے سے غافل ہیں یعنی شرک کرنے والے بڑے احمق ہیں کہ اللہ سے قادر وعلیم کو چھوڑ کر اوروں کو پکارتے ہیں کہ اول تو وہ لوگ ان کا پکارنا سنتے ہی نہیں اور دوسرے کچھ طاقت نہیں رکھتے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اگلے بزرگوں کو دور دور سے پکارتے ہیں اور اتنا ہی کہتے ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو کہ وہ اپنی قدرت سے ہماری حاجت روا کرے اور پھر یوں سمجھتے ہیں کہ ہم نے کچھ نہیں کیا اس واسطے کہ ان سے حاجت نہیں مانگی، بلکہ دعا کروائی ہے سو یہ بات غلط ہے، اس واسطے کہ گو اس مانگنے کی راہ سے شرک ثابت نہیں ہوتا لیکن پکارنے کی راہ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ان کو ایسا سمجھا کہ دور ونزدیک سے برابر سن لیتے ہیں، جب ہی ان کو اس طرح سے پکارا حالانکہ اللہ صاحب نے اس آیت میں فرما دیا ہے کہ جو اللہ کے وری ہیں یعنی مخلوق سو وہ ان پکارنے والوں سے غافل ہیں (۱۱۲)

(۱۱۲) تقویت الایمان ص ۱۹، کتب خانہ رحیمیہ، دیو بند

تقویت الایمان کی تیسری عبارت کا ردّ

اس کلام کے مفاسد کی شرح کہاں تک کی جائے، اس آیت میں بھی جمہور مفسرین و محققین کے بقول بت اور بتوں کو پوجنے والے مراد ہیں، اس آیت کو مسلمانوں کے حق اور اس سے بڑھ کر انبیاء و اولیاء کے حق میں چسپاں کرنا، ایسی بڑی بات ہے جس کی جرأت صرف صاحب تقویت الایمان اور ان کے متبعین کے علاوہ کسی کو نہیں ہوئی اور اس سب سے قطع نظر یہ پوری تفصیل اس قدر منتشر اور تدلیس و تلبیس سے بھری ہوئی ہے، عقلاً بھی درست نہیں ہے، یہاں ہم صرف چند معتبر تفاسیر سے اس آیت کا صحیح معنیٰ نقل کرتے ہیں۔

تفسیر جلالین میں ہے کہ:

و من استفهام بمعنى النفى اى لا احد اضل ممن يدعوا يعبد من دون الله اى غيره من لايستجيب له الى يوم القيامة و هم الاصنام لايجيبون عابديهم الى شئى يسألونه ابدا وهم عن دعائهم عبادتهم غافلون لانهم جماد لايعقلون (۱۱۳)

ترجمہ:- "من" استفہام ہے نفی کے معنی میں یعنی کوئی اس شخص سے زیادہ گمراہ نہیں ہے جو اللہ کے علاوہ ان کی عبادت کرتا ہے، جو قیامت تک اس کو جواب نہیں دیں گے وہ بت ہیں جو اپنے عبادت کرنے والوں کا کسی چیز کے متعلق جواب نہیں دیتے ہیں، جس کے بارے میں وہ دریافت کرتے ہیں۔ اور وہ ان کی عبادت سے غافل ہیں، اس لئے کہ وہ جماد ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔

مدارک میں بھی یدعون کی تفسیر یعبدون من دون الله اصنام سے کی گئی ہے۔(۱۱۴)

---

(۱۱۳) تفسیر جلالین: زیر آیت ۵، سورۂ احقاف

(۱۱۴) تفسیر مدارک: زیر آیت ۵، سورۂ احقاف، ج ۴/ص ۱۳۶

فائدہ:- جاننا چاہیے کہ اصنام کی غفلت اور عدم سماع (جو اس آیت کا مقصود اصلی ہے) سے انبیاء کے عدم علم، ادراک اور ارواح اولیاء کے عدم سماع کو ثابت کر کے علم و ادراک انبیاء و اولیاء کے معتقدین پر حکم شرک لگایا ہے، حالانکہ ہم گزشتہ صفحات میں علم، حیات اور ادراک ارواح کے لئے ثابت کر چکے ہیں، مزید یہ کہ شرک کی بنیاد یہ قرار دی کہ بزرگوں کے بارے میں اعتقاد رکھتے ہیں کہ دور و نزدیک سے سن لیتے ہیں کیونکہ بقول اس کے دور و نزدیک سے یکساں سننا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔

اس عبارت میں عجب خبط ہے معلوم نہیں کہ اس دعویٰ (یعنی دور و نزدیک سے سننا خاصۂ خدا ہے) سے کیا مراد ہے، حالانکہ خدا تعالیٰ قرب و بعد مکانی سے منزہ او رپاک ہے، اور جمہور نے تصریح کی ہے کہ قرب سے مراد قرب مکانی نہیں ہے اور بطور کرامت دوسرے محبوبان حق کا سننا جائز و ثابت ہے۔

تفسیر کبیر میں کرامت کی بحث میں امام فخر الدین رازی تحریر فرماتے ہیں:

لا شك ان المتولی للافعال هو الروح لاالبدن و لاشك ان معرفة الله للروح كالروح للبدن علی ما قررناه فی تفسیر قوله تعالی تنزل الملئكة و الروح و قال علیه السلام ابیت عند ربی یطعمنی و یسقینی و لهذا المعنیٰ تری كل من كان اكثر علما باحوال عالم الغیب كان اقوی قلبا و اقل ضعفا و لهذا قال علی كرم الله وجهه و الله ما قلعت باب خیبر بقوة جسدانیة ولكن بقوة ربانیة و ذلك لان علیا كرم الله وجهه فی ذلك الوقت انقطع نظره عن عالم الاجساد فقد جزم حصل له من القدرة ما قدر بها علی ما لم یقدر علیه غیره و كذلك العبد اذا واظب علی الطاعات بلغ الی المقام الذی یقول الله كنت له سمعا و بصرا فاذا صار نور جلال الله مسمعا له سمع القریب و البعید و اذا صار ذلك النور ید الله قدر علی التصرف فی الصعب و السهل و القریب و البعید (۱۱۵)

(۱۱۵) تفسیر کبیر

ترجمہ:- اس میں کوئی شک نہیں کہ افعال کی ولایت روح کو حاصل ہے بدن کو نہیں، اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اللہ کی معرفت روح کے لئے ہے، جیسے روح بدن کے لئے ہے، جیسا کہ آیت کریمہ تنزل الملئکۃ والروح کی تفسیر میں ہم نے ثابت کر دیا ہے- حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا میں اپنے رب کی بارگاہ میں رات گزارتا ہوں، جو مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے، اور اسی طرح تم دیکھو گے کہ جو شخص عالم غیب کے احوال کو زیادہ جاننے والا ہوگا، اس کا قلب اتنا ہی قوی ہوگا اور اس کا ضعف اتنا ہی کم ہوگا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا میں نے باب خیبر اپنے جسم کی قوت سے نہیں اکھاڑا، بلکہ قوت ربانیہ کے ذریعہ اکھاڑا ہے- یہ اس لئے کہ حضرت علی نے اس وقت عالم اجساد سے صرف نظر کر لیا تھا، تو ان کو وہ طاقت حاصل ہوگئی جو کسی دوسرے کو حاصل نہ ہو سکی- اور اسی طرح بندہ جب طاعت وعبادت کی پابندی کرتا ہے تو وہ اس مقام کو پہنچ جاتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اس کے کان اور آنکھیں بن جاتا ہوں- تو جب اللہ کے جلال کا نور اس بندے کی قوت سماعت بن جاتا ہے تو وہ قریب اور بعید سب سنتا ہے- اور جب یہ نور الٰہی اس کا ہاتھ بن جاتا ہے تو وہ مشکل، آسان، دور اور نزدیک سب پر تصرف کرنے کی طاقت سے بہرہ مند ہو جاتا ہے-

وہ لوگ جو جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو یا دیگر انبیاء واولیاء کو ندا کرتے ہیں، یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ عالم برزخ میں اللہ تعالیٰ ارواح کاملہ کو آواز سنوا دیتا ہے، جس طرح کہ وہ چاہتا ہے اور یہ امر شرک سے کوئی تعلق نہیں رکھتا، معلوم نہیں کہ دور و نزدیک سے اسماعیل دہلوی کی کیا مراد ہے؟ اگر اس سے قبر مراد ہے تو قبر تو روح کے رہنے کی جگہ نہیں ہے اگر یہی بات ہے تو قبر پر کھڑے ہو کر کلام کریں تب بھی وہ اس جگہ سے سنیں گے جہاں پر بھی وہ برزخ یا جنت وغیرہ میں ہیں اور اگر برزخ اور جنت جو ارواح کا محل ہیں وہ مراد ہیں تو پھر برزخ وجنت سے قبر اور دوسرے مقامات برابر

ہیں پھر دور و نزدیک کا کیا معنی؟ ہاں قبر کی زیارت کا ثواب مرتب ہوتا ہے، اس تعلق کی بنیاد پر جو روح کو قبر سے حاصل ہے ایسا لگتا ہے کہ صاحب تقویت الایمان نے ارواح کو قبر میں قید تصور کر کے زندوں پر قیاس کیا ہے، جو عادتاً دور سے سنتے ہیں یا پھر جنت و برزخ کو دور تصور کر کے ارواح کے سننے کو بعید قرار دے دیا ہے یہ قیاس فاسد ہے اور ارواح مفارقہ بدن کا حال ملائکہ کی طرح ہے حضرت ابو امامہ سے حدیث پاک میں آیا ہے کہ:

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ و سلم اذا اقیمت الصلاۃ فتحت ابواب السماء و استجیب الدعاء فاذا انصرف المنصرف من الصلوۃ و لم یقل اللھم اجرنی من النار و ادخلنی الجنۃ و زوّجنی من الحور العین قالت النار یا ویح ھذا اعجز ان یستجیر اللہ من جھنم و قالت الجنۃ یا ویح ھذا اعجز ان یسأل اللہ الجنۃ و قالت الحور العین یا ویح ھذا اعجز أن یسأل اللہ أن یزوجہ من الحور العین (۱۱۶)

ترجمہ:- اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب نماز قائم کی جاتی ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور دعا قبول کی جاتی ہے، تو جب نماز سے پھرنے والا پھرتا ہے اور یہ نہیں کہتا کہ ”اللہ مجھے جہنم سے پناہ دے، مجھے جنت میں داخل فرما اور مجھے جنت میں حور عطا فرما“ تو جہنم کہتی ہے بربادی ہو یہ اس بات سے عاجز ہے کہ جہنم سے اللہ کی پناہ مانگے اور جنت کہتی ہے کہ یہ عاجز ہے اس بات سے کہ اللہ سے جنت طلب کرے اور حور کہتی ہے بربادی ہو یہ عاجز ہے اس بات سے کہ اللہ سے حور کی قربت مانگے۔

امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت انس سے روایت کی ہے:

---

(۱۱۶) الف: المعجم الکبیر ج ۸/ص ۱۰۲: مکتبۃ العلوم و الحکم، الموصل ۱۹۸۳ء
ب: مسند الشامیین ج ۲/ص ۴۱۰، موسسہ الرسالہ، بیروت ۱۹۸۴ء

من سأل الله الجنة ثلاث مرات قالت الجنة اللهم ادخله الجنة و من استجار من النار ثلاث مرات قالت النار اللهم اجرهُ من النار (۱۱۷)

ترجمہ:۔ جس نے اللہ رب العزت سے تین مرتبہ جنت کا سوال کیا تو جنت کہتی ہے اے اللہ اس کو جنت میں داخل کردے اور تین مرتبہ جہنم سے پناہ طلب کرتا ہے تو جہنم کہتی ہے کہ اے اللہ تو اس کو جہنم سے پناہ عطا فرما۔

اور بعض روایات میں جنت و دوزخ کے سننے کی صراحت آئی ہے شراح حدیث نے فرمایا ہے کہ یہاں حقیقۃً جنت و نار مراد ہیں اور اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "وتقول هل من مزيد"(۱۱۸)

ترجمہ:۔ (جہنم کہے گی) کیا اور بھی مزید لوگ ہیں؟

اور یہ بھی جائز ہے کہ اس سے جنت اور دوزخ کے پہرادار مراد ہوں لہٰذا اگر ارواح کاملہ کے لئے جنت میں یا برزخ میں زندوں کے کلام کا ادراک علم یا سماع کرامت کے طور پر یا حق تعالیٰ کی عنایت اور قدرت سے ثابت کیا جائے تو کون سا شرک لازم آئے گا اور یہ حق ہے کہ تمام افعال عباد اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں اس میں زندہ، مردہ انسان، فرشتہ اور حور سب برابر ہیں اگر کوئی شخص کسی فرشتہ یا انسان کو زندہ یا مردہ، کسی فعل میں مستقل اور خالق مانے تو یہ اعتقاد کفر و شرک ہوگا اور زندوں کا کلام کرنا یا سننا یہ بھی اللہ کی قدرت اور اس کی خلق سے ہے اگر وہ چاہے تو مشارق و مغارب سے بھی سنوادے اور اگر نہ چاہے تو زندہ بھی ہرگز نہیں سن سکتا اگرچہ صور اسرافیل ہی کیوں نہ اس کے کان میں رکھ دیں علی ہذا القیاس ارواح کاملہ ہرگز نہیں سنیں گی یہاں تک کہ حق

(۱۱۷) الف: عن انس بن مالک :ترمذی: باب ماجاء فی صفة انهار الجنة

ب: سنن نسائی:عن انس : باب الاستعاذة من حر النار

ج: سنن ابن ماجہ: باب صفة الجنة عن انس

د: مسند احمد: ج ۳/ص ۱۵۵ موسسہ قرطبہ، قاہرہ

(۱۱۸) سورۂ ق، آیت ۳۰

تعالیٰ ان کو نہ سنوادے اور حق تعالیٰ کے سنوانے سے ارواح کا سننا بھی ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ کے سنوانے سے وہ سنتی ہیں اور بات بھی کرتی ہیں اور دوسرے کام بھی کرتی ہیں، جس طرح کہ عالم مادی میں اللہ تعالیٰ کی سنت رہی ہے کہ سماع کے مختلف وسیلے اور طریقے پیدا فرمائے ہیں اور ان طریقوں اور وسیلوں میں مختلف افراد وانواع میں بے پناہ تفاوت رکھا ہے ایک کان کی قوت سماعت دوسرے کے مقابلہ میں، ایک آنکھ کی بینائی دوسری آنکھ کے مقابلہ میں متفاوت اور کم زیادہ ہوتی ہے اور اس کو بھی کسی ایک طریقہ اور وسیلہ میں منحصر نہیں کیا ہے بلکہ جب چاہتا ہے خرق عادت کے طور پر تصرف فرماتا ہے اسی طرح عالم ملکوت وعالم برزخ میں اسی طریقہ پر حیات وادراک پیدا فرمائے ہیں کہ وہ آسمان سے، جنت وبرزخ سے علی تفاوت مراتب ادراک کرتے ہیں اور کاملین کے لئے بطور کرامت قرب وبعد یکساں کرنا بھی جائز ہے (۱۱۹)

(۱۱۹) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیکڑوں میل دور سے حضرت ساریہ بن زنیم کو دیکھا جبکہ وہ نہاوند میں تھے اور حضرت عمر مدینہ منورہ میں تھے، حضرت عمر نے ان کو آواز دی "یا ساریہ الجبل" اس آواز کو حضرت ساریہ بن زنیم نے سنا اور پہاڑ کی طرف آتے ہوئے لشکر کو دیکھ لیا حضرت عمر کی یہ کرامت صحیح روایت سے ثابت ہے۔

حافظ ابن کثیر نے اس کو "البدایہ والنہایہ" میں نقل کیا ہے اور اس کی سند کو "جید حسن" قرار دیا ہے۔

دیکھئے: "البدایة والنهایة": ج ۷/ص ۱۲۱: مکتبة المعارف، بیروت

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل مورخین نے اس کو اپنی اپنی سندوں سے بیان کیا ہے

الف: ابو الحسن علی بن ابی الکریم الشیبانی: الکامل فی التاریخ ج ۲/ص ۴۴۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۵ھ

ب: ابوالفرج ابن الجوزی المنتظم ج ۴/ص ۳۲۵: دار صادر، بیروت، ۱۳۵۸ھ

ج: ابن خلدون الحضرمی: تاریخ ابن خلدون ج ۲/ص ۵۲۶، دارالقلم، بیروت ۱۹۸۴ء

د: ابوجعفر ابن جریر الطبری: تاریخ طبری ج ۲/ص ۵۵۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت

ہ: جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء ص ۱۲۵، مطبعة السعادة، مصر ۱۳۷۱ھ

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

اور آخری بات یہ کہ انبیاء اور اولیاء کو آیت کریمہ "وھم عن دعائھم غافلون" کے گڑھے ہوئے معنی کے تحت داخل کرنا جہالت ہے۔

تقویت الایمان کی چوتھی عبارت

لا تدع من دون اللہ ما لاینفعك و لایضرك فان فعلت فانك اذا من الظالمین

ترجمہ:۔فرمایا اللہ صاحب نے سورۂ یونس میں اور مت پکارو ورےٰ اللہ سے ایسوں کو کہ نہ فائدہ دیں گے تجھ کو نہ نقصان سو اگر کیا تو نے یہ تو بے شک بے انصاف ہے۔

فائدہ: یعنی اللہ سے زبردست کے ہوتے ہوئے ایسے عاجزوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔محض بے انصافی ہے کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارے لوگوں کو ثابت کیجیے۔(۱۲۰)

تقویت الایمان کی چوتھی عبارت کا ردّ

صاحب تقویت الایمان کے مغالطہ کی بنیاد اور اہل اسلام پر شرک کا حکم کرنے کا مدار لفظ دعا کے ترجمہ پر ہے، یہاں پر بھی یہ ترجمہ جمہور مفسرین اہل سنت کے نزدیک غلط ہے۔

امام جلال الدین سیوطی نے الاتقان میں فرمایا

الدعاء ورد علی اوجہ، العبادۃ و لاتدع من دون اللہ مالاینفعك و لایضرك (۱۲۱)

بقیہ حاشیہ:

د: حافظ ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں اس واقعہ کو نقل کر کے اس کی اسناد کو "حسن" قرار دیا ہے دیکھئے: الاصابہ فی تمیز الصحابۃ حرف السین المھملہ ج۳/ص۶، دارالجیل، بیروت۱۹۹۲ء

ز: مشکوٰۃ: باب الکرامات: الفصل الثالث: ج۲/ص۵۴۶

(۱۲۰) تقویت الایمان ص۲۳، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند

(۱۲۱) الاتقان: جلال الدین سیوطی: ج۱/ص۴۱۶: دار الفاروق الحدیثہ، القاھرہ ۱۴۱۵ھ

ترجمہ:- لفظ دعا قرآن میں کئی معنی میں آیا ہے اس میں ایک معنی عبادت ہے، اللہ تعالیٰ کا قول "ولا تدع من دون الله مالا ینفعك ولا یضرك" میں "تدع" سے "تعبد" مراد ہے-

تفسیر مدارک میں ہے کہ:

"و لاتدع من دون الله ما لاینفعك" ان دعوته "و لایضرك" ان خذلته "فان فعلت" فان دعوت من دون الله ما لاینفعك و لا یضرك فکنی عنه بالفعل ایجازا "فانك اذا من الظلمین" اذا جزاء للشرط و جواب لسؤال مقدر کان سائلا سأل عن تبعة عبادة الاوثان و جعل من الظلمین لانه لا ظلم اعظم من الشرك (۱۲۲)

ترجمہ:- اور عبادت نہ کر اللہ کے غیر کی جو نہ تجھے نفع پہنچا سکتا ہے اگر تو اس کی عبادت کرے اور نہ وہ تجھے نقصان پہنچا سکتا ہے تو اگر تو نے ایسا کیا، یعنی غیر اللہ کی عبادت کی جو تجھے نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے تو اس وقت ظلم کرنے والوں میں سے ہوگا، "اذا" یہ شرط کی جزاء ہے اور سوال مقدر کا جواب ہے جو کسی سوال کرنے والے نے بتوں کے پجاریوں کے بارے میں پوچھا (تو جواب ملا) کہ وہ ظالمین میں ہیں کیونکہ شرک سے بڑا کوئی ظلم نہیں ہے-

تفسیر معالم التنزیل میں ہے:

"و لاتدع" لاتعبد "من دون الله مالا ینفعك" ان اطعته "و لایضرك" ان عصیته "فان فعلت" فعبدت غیر الله "فانك اذا من الظلمین" الضارین لا نفسهم الواضعین العبادة فی غیر موضعها (۱۲۳)

ترجمہ:- "و لا تدع" یعنی عبادت نہ کر غیر اللہ کی جو تجھے فائدہ نہیں پہنچا سکتا اگر تو اس کی اطاعت کرے، اور وہ (غیر اللہ) تجھے نقصان بھی نہیں پہنچا سکتا، اگر تو اس کی

(۱۲۲) تفسیر مدارک ج ۲ ر ص ۱۱۴: سورۂ یونس آیت ۱۰۶

(۱۲۳) تفسیر معالم التنزیل للبغوی: ج ۲ ر ص ۳۷۱، دار المعرفۃ، بیروت ۱۹۸۷ء

نافرمانی کرے، اگر تو نے ایسا کیا یعنی غیر اللہ کی عبادت کی تو تو ظالمین میں سے ہوگا جو خود اپنے آپ کو نقصان پہنچانے والے ہیں اور جو عبادت کو اس کے غیر محل میں رکھنے والے ہیں۔

تفسیر جلالین میں بھی "لا تدع" کی تفسیر "لا تعبد" سے کی گئی ہے امام سیوطی فرماتے ہیں: لا تدع تعبد من دون اللہ ما لاینفعك ان عبدته و لایضرك ان لم تعبده (۱۲۴)

ترجمہ:- "لا تدع" غیر اللہ کی عبادت نہ کر جو تجھے نفع نہیں پہنچا سکتا اگر تو اس کی عبادت کرے، اور تجھے نقصان نہیں پہنچا سکتا اگر تو اس کی عبادت نہ کرے۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ معتبر مفسرین کے نزدیک اس آیت کریمہ میں دعا کا مطلب "پکارنا" نہیں ہے بلکہ "عبادت کرنا ہے"۔ صاحب تقویت الایمان نے یہاں پر بھی مغالطہ اندازی سے کام لیتے ہوئے دعا کا ترجمہ "پکارنا" کر کے آیت کے معنی میں تحریف سے کام لیا ہے۔

تقویت الایمان کی پانچویں عبارت

اخرج الشیخان عن ابن مسعود قال قال رجل یا رسول اللہ ای الذنب اکبر عند اللہ قال ان تدعو اللہ ندا و ھو خلقك

مشکوٰۃ کے باب الکبائر میں ہے کہ بخاری و مسلم نے ذکر کیا کہ عبد اللہ بن مسعود نے کہا کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ کون گناہ بہت بڑا ہے اللہ کے نزدیک فرمایا کہ پکارے تو کسی کو اللہ کی طرح کا ٹھہرا کر حالانکہ اللہ ہی نے تجھے پیدا کیا ہے، (فائدہ) یعنی جیسے کے اللہ کو سمجھتے ہیں کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور سب کام اس کے اختیار میں ہیں، سو ہر مشکل کے وقت یہی سمجھ کر پکارتے ہیں، سو کسی اور کو اس طرح کا سمجھ کر

---

(۱۲۴) جلالین ص ۱۷۹، زیر آیت ۱۰۶، سورۂ یونس، اصح المطابع، دہلی

پکارنا نہ چاہیے کہ یہ سب سے بڑا گناہ ہے اول تو یہ بات غلط ہے کہ کسی کو کچھ حاجت بر لانے کی طاقت ہو گی یا ہر جگہ حاضر و ناظر ہو دوسرے یہ کہ جب ہمارا خالق اللہ ہے اس نے ہم کو پیدا کیا، ہم کو بھی چاہیے کہ اپنے کاموں پر اسی کو ہم پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر ہے (۱۲۵)

تقویت الایمان کی پانچویں عبارت کا ردّ

اس مغالطہ اور فساد کا منشاء اور سبب یہی ہے کہ دعا کو ندا کے معنی میں حصر کر دیا ہے اور وہ اہل اسلام جو انبیا و اولیاء بالخصوص جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل کرتے ہیں، ان پر حکم کفر و شرک لگا دیا ہے، حالانکہ اس آیت کا ترجمہ بھی جمہور مفسرین و محدثین اور محققین شراح حدیث کے خلاف کیا ہے، شارحین فرماتے ہیں کہ "تدعو" اس حدیث پاک میں "تجعل" کے معنی میں ہے، یعنی "تو پکارے" نہیں بلکہ تو "ٹھہرائے یا قرار دے"۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

ان تدعو الله ندا و هو خلقك بگردانی پروردگار عالم مانند و همتا و حال آن که تو می دانی که وی پیدا کرده ترا (۱۲۶)

ترجمہ:- تو پروردگار عالم کے مثل کسی کو مد مقابل مانے حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تجھے پیدا کیا ہے۔

صحاح ستہ کی دوسری روایات اس معنی کی موئید ہیں:

(۱۲۵) تقویت الایمان ص ۱۵، کتب خانہ رحیمیہ، دیو بند

(۱۲۶) اشعة اللمعات: کتاب الایمان: باب الکبائر و علامات النفاق: فصل اول، ج ۱ ص ۶۸، ۶۹، مطبوعہ نول کشور ۱۲۹۰ھ

صحیح بخاری میں ہے:

عن عبد الله قال سالت أو سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم اى الذنب عند الله اكبر قال ان تجعل لله ندا و هو خلقك قلت ثم اى قال ان تقتل ولدك خشية ان يطعم معك قلت ثم اى قال ان تزانى بحليلة جارك قال و نزلت هذه الأية تصديقا لقول رسول الله صلى الله عليه وسلم و الذين لايدعون مع الله الها اخر و لايقتلون النفس التى حرم الله اِلا بالحق و لايزنون (۱۲۷)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا یہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا (یہ وہم راوی کی جانب سے ہے) کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو اللہ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے، میں نے پوچھا پھر کون سا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو اپنے بچے کو اس ڈر سے قتل کردے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گا، میں نے کہا پھر کون سا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرے، حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تصدیق میں یہ آیت نازل ہوئی: و الذين لايدعون مع الله الها آخر و لايقتلون النفس التى حرم الله الا بالحق و لايزنون۔

شارح بخاری امام قسطلانی شرح بخاری میں اس حدیث کی شرح کے تحت لکھتے ہیں: "لا يدعون اى لا يعبدون" (۱۲۸) "لا يدعون" یعنی عبادت نہیں کرتے ہیں۔

ملا علی قاری مرقاۃ میں لکھتے ہیں:

"ان تدعو اى تجعل لله ندا" (۱۲۹) "تدعو" یعنی تو اللہ کا شریک اور مد

(۱۲۷) بخاری شریف: کتاب التفسیر: باب قوله والذين لا يدعون مع الله الهاً آخر

(۱۲۸) ارشاد الساری شرح بخاری: امام قسطلانی کتاب التفسیر: تفسیر سورۃ الفرقان، ج ۷ رص ۲۱۸، مطبوعہ مصر ۱۳۰۲ھ

(۱۲۹) مرقاۃ شرح مشکوۃ: ملا علی قاری: ج ۱ رص ۲۰۴: کتاب الایمان : باب الکبائر و علامات النفاق، فیصل پریس، دیوبند

مقابل ٹھہرائے۔

تمام شارحین کے نزدیک اس حدیث میں "تدعو" کا معنیٰ "تعبد" ہے یعنی تو عبادت کرے کسی شارح نے اس حدیث میں "تدعو" کا معنیٰ "تو پکارے" نہیں بتایا یہ صرف صاحب تقویت الایمان کو سوجھا ہے۔

اس تقدیر پر کہ دعا عبادت کے معنیٰ میں نہیں ہے بلکہ ندا یعنی پکارنے کے معنیٰ میں ہے تو لطف کی بات تو یہ ہے کہ صاحب تقویت الایمان کا ترجمہ دیکھئے تو اس تقدیر پر ترجمہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ "پکارے کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرح کا" پھر یہ "ٹھہرا کر" کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ اور حقیقت میں جس معمولی تصرف کے ساتھ اہل اسلام کو مشرک قرار دینے کے لئے "تدعو" کا معنیٰ "پکارے تو" کر دیا ہے تو اب "لِلّٰہ" اس سے مربوط نہیں تھا، لہٰذا فصاحت کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اگرچہ حق ہاتھ سے چلا جائے، لہٰذا ساتھ میں "اللہ کی طرح کا ٹھہرا کر" کا اضافہ کر دیا اس فائدہ میں اور بہت قباحتیں ہیں مگر جب اصل ہی غلط ٹھہرا تو اب مزید کارد نہیں کرتے اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں۔

تقویت الایمان کی چھٹی عبارت

اخرج ابو داؤد عن جبیر بن مطعم قال اتیٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم اعرابی فقال جهدت الانفس و نكهت العيال و هلكت الانعام فاستسق الله لنا فانا نستشفع بالله عليك و نستشفع بك على الله فقال النبی صلى الله عليه وسلم سبحان الله سبحان الله و مازال يسبح حتى عرف فی وجوه اصحابه ثم قال ويحك انه لا يستشفع بالله على احد فشان الله اعظم من ذلك ويحك أتدرى ما الله ان عرشه على سماواته هكذا و قال باصابعه مثل القبة عليه و انه ليئط به اطيط الرحل بالراكب۔

ترجمہ:۔ مشکوۃ کے باب بدء الخلق میں لکھا ہے کہ ابوداؤد نے ذکر کیا کہ جبیر نے

نقل کیا کہ آیا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک گنوار پس کہا کہ سختی میں پڑ گئیں جانیں اور بھوکے مرتے ہیں کنبے اور مر گئے مواشی سو مینھ مانگو اللہ سے ہمارے لئے کیونکہ ہم سفارش چاہتے ہیں تمہاری اللہ کے پاس اور اللہ کی تمہارے پاس سو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ نرالا ہے اللہ، نرالا ہے اللہ سو پاکی اللہ کی یہاں تک بولتے رہے کہ اس کا اثر ان کے یاروں کے چہروں میں معلوم ہونے لگا، پھر فرمایا کہ کیا بے وقوف ہے تو، اللہ کو سفارشی نہیں لاتے کسی کے آگے اللہ کی شان بہت بڑی ہے اس سے، کیا بے وقوف ہے تو، جانتا ہے کیا چیز ہے اللہ؟ بے شک تخت اس کا اس کے آسمانوں پر اسی طرح سے ہے اور بتلایا اپنی انگلیوں سے کہ قبہ کی طرح اور بے شک وہ چڑ چڑ بولتا ہے، اس سے جیسا چڑ چڑ بولے پالان اونٹ کا سوار کے بوجھ سے (۱۳۰)

[اس حدیث کے متعلق تحقیق حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں] (۱۳۱)

(۱۳۰) تقویت الایمان ص ۴۵، ۴۶، کتب خانہ رحیمیہ، دیو بند

(۱۳۱) اس حدیث کو امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں ذکر کیا ہے۔
دیکھئے: ☆ سنن ابی داؤد: ج ۴ ص ۲۳۲، دار الفکر، بیروت
☆ المعجم الکبیر: ج ۲ ص ۱۲۹، مکتبۃ العلوم والحکم، الموصل ۱۹۸۳ء
مگر یہ حدیث ضعیف ہے۔ شیخ حسن سقاف نے اس کو "واھی الاسناد موضوع المتن" اور "حدیث منکر ضعیف جداً" قرار دیا ہے۔ دیکھئے: العلو لعلی الغفار: ص ۱۹۳، دار الامام النووی، عمان ۱۹۹۸ء

امام ابن الجوزی اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: "ھذا الحدیث تفرد بروایتہ محمد بن اسحاق عن یعقوب بن عتبہ و کلاھما لا یحتج بہ ارباب الصحاح"
(ترجمہ:- اس حدیث کو یعقوب بن عتبہ سے روایت کرنے میں محمد بن اسحاق منفرد ہیں، اور یہ دونوں ایسے ہیں جن سے اصحاب صحاح احتجاج نہیں کرتے۔
دیکھئے: دفع شبہ التشبیہ باکف التنزیہ: ابن الجوزی: ص ۲۶۲، دار الامام النووی، عمان ۱۹۹۱ء
خود شیخ ناصر الدین البانی نے بھی اس کے ضعف کا اعتراف کیا ہے۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

تقویت الایمان کی چھٹی عبارت کارد

صاحب تقویت الایمان نے عادت کے مطابق فائدہ کے عنوان سے ایک طویل و

بقیہ حاشیہ:
دیکھئے: ضعیف ابی داؤد: ناصر الدین البانی ص ۴۷۰
حافظ ابن عساکر (م: ۵۷۱ھ) نے اس حدیث کا ضعف ثابت کرنے کے لئے ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے۔ رسالہ کا نام ہے: "تبیان الوهم والتخطیط فیما اخرجه ابو داؤد من حدیث الأطیط" اس رسالہ کا تذکرہ امام زاہد الکوثری نے "تبیین کذب المفتری" کے مقدمہ میں کیا ہے۔ (دیکھئے: تبیین کذب المفتری ص ۱۳، المکتبة الازهریة، قاہرہ ۱۹۹۹ء)
علامہ ابن القیم نے اس حدیث کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن محققین نے اس کو رد کر دیا ہے۔
یہ حدیث اس درجہ ضعیف ہے کہ تقویت الایمان میں صرف اس کی موجودگی کی بنیاد پر بعض حضرات نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ یہ کتاب شاہ اسماعیل دہلوی کی ہے۔ دار العلوم دیوبند کے سابق شیخ الحدیث مولانا انور شاہ کشمیری کے شاگرد رشید مولانا احمد رضا بجنوری "انوار الباری" میں لکھتے ہیں: "ہمیں یقین نہیں آتا کہ حضرت مولانا شہید ایسی معلول حدیث باب عقائد میں استدلال کے لئے ذکر کرتے ہیں، اسی لئے حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی کی طرح ہم بھی سمجھتے ہیں کہ تقویت الایمان مولانا شہید کی تالیف نہیں ہے"
دیکھئے: انوار الباری شرح صحیح بخاری: ج ۱۱ ص ۱۱۵، مکتبہ ناشر العلوم، بجنور
ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:
"ہمارے شیخ الاسلام حضرت مدنی کی تحقیق میں اس کتاب کی نسبت حضرت شہید کی طرف صحیح نہیں ہے (مکتوبات مدنی ج ۲ ص ۲۰۵) اور ہم بھی اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ ان کی تالیف نہیں ہے، کیونکہ اس میں کئی جگہ ایسے کلمات ملتے ہیں جو حضرت شہید ایسے محقق و متبحر عالم کے لئے شایان شان نہیں ہیں، دوسرے "حدیث اطیط عرش" (یہ وہی زیر بحث حدیث ہے۔ اسید الحق) بھی اس میں نقل کی گئی ہے جو ایک محقق محدث کی شان سے بعید ہے"۔ انوار الباری ج ۱۱ ص ۱۰۷
یہ تصویر کا ایک رخ ہے، مگر تصویر کا یہ دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں کہ بجنوری اور مدنی صاحب کے تمام اکابر نہ صرف یہ کہ اس کتاب کو شاہ اسماعیل دہلوی صاحب کی مانتے چلے آرہے ہیں بلکہ اس کو ہمیشہ پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے آئے ہیں اور ان حضرات نے اس کتاب کے

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

عریض اور طولانی عبارت لکھی ہے، اسی میں لکھا ہے:

''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ جو لوگوں میں ایک ختم مشہور ہے کہ اس میں یوں پڑھتے ہیں یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ یعنی اے شیخ عبد القادر کچھ دو تم ہم کو واسطے اللہ کے یہ الفاظ نہ کہنا چاہیے ہاں اگر یوں کہے کہ یا اللہ کچھ دے شیخ عبد القادر کے واسطے تو بجا ہے۔''-(۱۳۲)

اس سلامت فہم پر افسوس کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعرابی کو منع کرنے کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ وہ لفظ استشفاع ہے، اس لئے اللہ عزوجل کو حضور کے سامنے شفیع لیکر آیا اور یہ شفیع (اللہ) پر مشفوع الیہ (حضور) کی عزت اور فضیلت کو مستلزم ہے، اس لئے حضور نے منع فرمایا- لہٰذا یا شیخ عبد القادر کو اس سے کیا تعلق کہ لفظ للّٰہ کو استشفاع کے معنی میں حمل کرکے یہ حکم لگا دیا جائے، اس امر کا بطلان ہر اس شخص پر واضح ہے جو اللہ اور رسول کے کلام سے ذرا بھی مناسبت رکھتا ہے اس لئے کہ اس قسم کا اطلاق قرآن وحدیث میں شائع وذائع ہے-

قرآن مقدس میں ارشاد ربانی ہے:

و اعلموا انما غنمتم من شئی فان للہ خمسہ و للرسول و لذی القربی و الیتمیٰ و المساکین و ابن السبیل- (۱۳۳)

ترجمہ:- اور جان لو کہ جو کچھ تم غنیمت حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسول اور رسول کے قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور

بقیہ حاشیہ:

مندرجات کے دفاع میں اپنا زور قلم بھی صرف کیا ہے- شیخ رشید احمد گنگوہی صاحب لکھتے ہیں:

''اس کا (یعنی تقویت الایمان کا) رکھنا، پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے''-

دیکھئے: فتاوی رشیدیہ: کامل ص ۸۷، مکتبہ تھانویہ، دیوبند

(۱۳۲) تقویت الایمان ص ۴۷

(۱۳۳) سورۂ انفال آیت ۴۱

مسافروں کے لئے ہے۔

انما نطعمکم لوجه الله لانرید منکم جزآءً و لاشکوراً (۱۳۴)

ترجمہ:- ہم تم کوصرف اللہ کی خاطر کھانا کھلاتے ہیں، ہم تم سے اس کا کوئی بدلہ اور شکرگزاری نہیں چاہتے۔

عن ابی امامة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قال من احب لله و ابغض لله و اعطی لله فقد استکمل الایمان (۱۳۵)

ترجمہ:- حضرت ابوامامۃ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ کی خاطر محبت کی، اللہ کی خاطر بغض کیا اور اللہ کی خاطر دیا تو اس کا ایمان مکمل ہوگیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے:

قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم الا اخبرکم بشر الناس قیل نعم قال الذی یسأل بالله و لایعطی به (۱۳۶)

ترجمہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں لوگوں میں سب سے زیادہ برے آدمی کے بارے میں نہ بتاؤں؟ لوگوں نے کہا آپ ارشاد فرمائیں، آپ نے فرمایا وہ شخص جس سے اللہ کے واسطے سوال کیا جائے اور وہ نہ دے۔

صحیح حدیث میں وارد ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من استعاذ بالله فاعیذوه و من سأل بالله فاعطوه (۱۳۷)

---

(۱۳۴) سورۂ دھر، آیت ۹

(۱۳۵) ابوداؤد: باب الدلیل علی زیادة الایمان و نقصانه ج ۴ ص ۲۲۰، دارالفکر، بیروت

(۱۳۶) مسند احمد بن حنبل: عن معاذ بن انس: ج ۳ ص ۴۳۸ مؤسسہ قرطبہ، قاہرہ

(۱۳۷) الف: ابوداؤد: عن عبداللہ بن عمر: باب عطية من سأل بالله ج ۲ ص ۱۲۸، دارالفکر، بیروت
ب: سنن نسائی: عن ابن عمر: باب من سأل بالله عزوجل ج ۵ ص ۸۲ مکتبۃ المطبوعات، حلب ۱۹۸۶ء
ج: مسند احمد بن حنبل: عن ابن عمر ج ۲ ص ۶۸ مؤسسہ قرطبہ، قاہرہ

ترجمہ:- جو اللہ کے واسطے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دو اور جو اللہ کے واسطے سوال کرے تو اس کی حاجت پوری کرو۔

ملا علی قاری مرقاۃ میں ''طیبی'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

من استعاذ باللّٰہ اعیذوہٗ ای من استعاذ بکم و طلب منکم دفع شرکم او شر غیرکم عنہ قائلاً باللہ علیك ان تدفع شرك فاجیبوہ و ادفعوا عنہ الشر تعظیما لاسم اللہ تعالیٰ (۱۳۸)

ترجمہ:- جو شخص اللہ کے واسطے پناہ طلب کرے اس کو پناہ دو، یعنی جو تم سے پناہ مانگے، اور تم سے تمہارے شر کا دفع طلب کرے یا کسی دوسرے کے شر سے دفاع طلب کرے اور کہے کہ اللہ کے واسطے مجھ سے اپنا شر دفع کر دے تو اس کی درخواست قبول کرو اور اس سے دفع شر کرو، اللہ تعالیٰ کے نام مبارک کی تعظیم کرتے ہوئے۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من حج للّٰہ فلم یرفث و لم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ (۱۳۹)

ترجمہ: جس شخص نے اللہ کی خاطر حج کیا اور اس میں بیوی سے صحبت کا تذکرہ نہ کیا، اور فسق نہ کیا تو وہ اپنے گھر ایسا واپس آیا جیسے اس کی ماں نے اس کو پیدا کیا تھا۔

اس قسم کے کلمات کی امثال حدیث میں بے شمار ہیں اگر تلاش کی جائے تو ایک مجلہ بن جائے گا اور فقہیات و فتاویٰ میں بھی بے شمار ہیں، فتاویٰ خیریہ سے یہ کلمات سابق میں نقل ہوئے اور صاحب رسالہ نے جو یہ لکھا ہے کہ: ''اس حدیث سے معلوم ہوا'' یہ صرف عادتاً لکھ دیا ورنہ نیچے جو کچھ لکھا ہے وہ کہیں سے کہیں تک اس حدیث سے معلوم نہیں ہوتا۔

---

(۱۳۸) مرقاۃ شرح مشکوۃ: ج ۴/ص ۳۷۵ کتاب الزکوۃ: باب افضل الصدقۃ

(۱۳۹) (متفق علیہ) بخاری: کتاب الحج: باب فضل الحج المبرور

تقویت الایمان کی ساتویں عبارت

اخرج الترمذی عن ابن عباس قال کنت خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم یوما فقال یا غلام احفظ الله یحفظك تجده بحاهك و اذا سئلت فاسئل الله و اذ استعنت فاستعن بالله۔

مشکوۃ کے باب التوکل میں لکھا ہے کہ ترمذی نے ذکر کیا کہ نقل کیا ابن عباس نے کہ تھا میں پیچھے پیغمبر کے ایک دن سو فرمایا اے لڑکے یاد رکھ اللہ کو کہ وہ یاد رکھے تجھ کو یاد رکھ اللہ کو کہ پائے تو اس کو اپنے روبرو اور جب مانگے تو کچھ تو مانگ اللہ سے اور جب مدد چاہے تو چاہ اللہ سے۔ (۱۴۰)

تقویت الایمان کی ساتویں عبارت کارد

یہ حدیث پاک جس کا مقصود عوائق دنیا سے اعراض اور اسباب و علائق میں انہماک سے منع کرنا ہے جو مقام توکل ہے ایک طویل لاطائل کلام کے بعد (جیسا کہ ان کی عادت ہے) خطاب وندا اور توسل انبیاء وصالحین پر چسپاں کر دیا حالانکہ خود بھی لکھا ہے کہ ''مشکوۃ کے باب التوکل میں لکھا ہے'' اور صاحب نہایہ اس کو توکل کی شرح میں لائے ہیں اور محبوبان حق سے سوال یا استعانت جو کیا جاتا ہے وہ توکل کے منافی نہیں ہے بلکہ شرعاً مامور ہے۔ حضرت ربیعہ بن کعب سے روایت ہے کہ:

قال کنت ابیت مع رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم فاتیته بوضوئه حاجته فقال لی سل فقلت اسألك مرافقتك فی الجنة قال أو غیر ذلك قلت هو ذاك قال فاعنی علی نفسك بکثرة السجود۔ (۱۴۱)

(۱۴۰) تقویت الایمان ص ۲۷، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند

(۱۴۱) الف: مسلم: باب فضل السجود والحث علیه، ج ۱ ص ۳۵۳

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

ترجمہ:- حضرت ربیعہ بن کعب سے روایت ہے انہوں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات گزارتا تھا، کسی ضرورت سے حضور کے لئے پانی کا برتن لایا تو مجھ سے آپ نے فرمایا مانگو میں نے عرض کی جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں، حضور نے فرمایا اس کے سوا؟ میں نے عرض کیا بس وہی پھر آپ نے فرمایا اپنے نفس پر کثرت سجود سے میری اعانت کرو۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

و از اطلاق سوال که فرمود سل بخواه و تخصیص نکرد به مطلوبی خاص معلوم می شود که کار همه بدست همت و کرامت او ست صلی الله علیه وسلم هر چه خواهد هر که را خواهد باذن پروردگار خود بدهد- بیت:

فان من جودك الدنيا وضرتها ومن علومك علم اللوح والقلم

اگر خیرت دنیا و عقبی آرزو داری
بدرگاهش بیا وهر چه می خواهی تمنا کن

(۱۴۲)

ترجمہ:- یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً فرمایا مانگو کسی چیز کی تخصیص نہیں فرمائی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دست مبارک میں تمام امور کا اختیار ہے اللہ کے حکم سے جو چاہیں جس کو چاہیں عطا فرمائیں۔ (ترجمہ شعر) آپ کی سخاوت سے دنیا اور آخرت ہے، اور آپ کے علوم سے لوح وقلم کا علم ہے، اگر دنیا اور آخرت کی

بقیہ حاشیہ:

ب: ابوداؤد: باب وقت قيام النبي صلى الله عليه وسلم من الليل: ج۲ ص۳۵، دارالفکر، بیروت

ج: نسائی: باب فضل السجود ج:۲ ص۲۲۷، مکتبۃ المطبوعات، حلب ۱۹۸۶ء

(۱۴۲) شرح مشکوٰۃ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی: کتاب الصلوٰۃ: باب السجود و فضلہ، فصل دوم، ج۱ ص۳۵۳۔ مطبع نول کشور لکھنؤ ۱۲۹۰ھ

بھلائی چاہتے ہو، تو ان کی بارگاہ میں حاضر ہو اور جو چاہو مانگو۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

سل ای اطلب منی حاجة و قال ابن حجر: اتحفك بها فی مقابلة خدمتك لی لان هذا هو شان الكرام، و لا اكرم منه صلی الله علیه و سلم و یؤخذ من اطلاقه علیه السلام الامر بالسوال ان الله تعالیٰ مكنه من اعطاء كل ما ارا د من خزائن الحق، و من ثم عد ائمتنا من خصا ئصه علیه السلام انه یخص من شاء ماشاء كجعله شهادة خزیمة بن ثابت بشهادتین، رواه البخاری و كترخیصه فی النیاحة لام عطیة فی آل فلان- رواه مسلم (۱۴۳)

ترجمہ:- ملا علی قاری لکھتے ہیں، کہ حضور نے فرمایا "سل" مجھ سے اپنی کوئی ضرورت طلب کرو- ابن حجر نے کہا کہ حضور نے فرمایا کہ میں تمہیں تمہاری خدمت کے بدلے میں تحفہ دیتا ہوں- کیونکہ یہی آپ کی شان کریمی ہے اور آپ سے زیادہ کوئی کریم نہیں ہے اور حضور علیہ السلام کے مطلق سوال کا حکم دینے سے یہ مطلب اخذ کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خزانہ حق سے ہر چیز عطاء کرنے کا اختیار دیا ہے- اسی لئے ہمارے ائمہ کرام نے یہ بات آپ کے خصائص میں سے شمار کی ہے کہ آپ جس کے ساتھ جو چاہیں خاص فرمادیں- جیسے حضرت خزیمہ بن ثابت کی گواہی دو گواہوں کے برابر قرار دینا- اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے، اور جیسے حضرت ام عطیہ کو فلاں کے گھر والوں پر نوحہ کی رخصت دینا- اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے-

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کا جو مقصود ہے وہ صاحب تقویت الایمان کے مقصد

(۱۴۳) مرقاۃ شرح مشکوۃ: کتاب الصلوۃ: باب السجود و فضله، ج ۲/ص ۵۶۷، فیصل پریس، دیو بند ۲۰۰۵ء

سے کوسوں دور ہے اور اگر مطلقاً سوال و استعانت کی ممانعت مقصود ہوتی تو سوال و استعانت چونکہ دہلوی کی نقل کردہ حدیث میں مطلقاً بغیر کسی قید یا تخصیص کے آیا ہے ،لہذا ہر طرح کے سوال و استعانت سے شرک لازم آتا ہے، دنیا کے معاملات میں ہو چاہے آخرت کے معاملات میں، چاہے زندوں سے چاہے مردوں سے چاہے قریب سے ہو چاہے بعید سے یہ سب کا سب شرک قرار پاتا حالانکہ خود صاحب تقویت الایمان نے استعانت کی بعض صورتوں کو جائز قرار دیا ہے۔

اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ اگر استعانت اس طور پر ہو کہ مستعان کو خالق عون جانے تو یہ خلاف شرع ہے چاہے یہ امور دنیا میں ہو خواہ امور آخرت میں ہو، خواہ زندوں سے ہو، خواہ مردوں سے، خواہ دور سے ہو، خواہ قریب سے ،ایسی استعانت کہ مستعان کو خالق عون مانا جائے، یہ صرف باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور قرآن و حدیث میں جہاں کہیں بھی بصیغۂ حصر وارد ہوا ہے، اس سے یہی مراد ہے، دوسری قسم کی استعانت، استعانت ظاہریہ ہے یعنی مدد مانگنے والا مستعان کو عون الٰہی کا مظہر سمجھتا ہو تو یہ امر ممنوع نہیں ہے اور اس کی تحقیق شاہ عبدالعزیز صاحب کے حوالے سے پیچھے گزر چکی ہے ،الغرض صاحب تقویت الایمان کو اہل اسلام پر شرک کا حکم لگانے کے لئے اپنی گڑھی ہوئی چند باتوں کے علاوہ اور کوئی بات یاد نہیں۔مولوی اسماعیل کے جد محترم شاہ ولی اللہ نے شرح مؤطا میں تحریر فرمایا ہے:

اذ سمعت الرجل یقول ھلك الناس فھو اھلکھم عندی له معنی آخر ھو ان یخالف جمھور المسلمین و عامة اھل العلم و یخترع قولا غیر قولھم ثم یقدم علی الانکار و الطعن فیھم کما قال النبی صلی اللہ علیه وسلم علیکم بالسواد الاعظم و قال ابن مسعود ماراٰہ المؤمنون حسنا فھو عند اللہ حسن۔

ترجمہ:۔حدیث پاک میں آیا کہ جب تم کسی کو یہ کہتے ہوئے سنو کہ تمام لوگ

ہلاک ہو گئے تو سمجھ لو کہ کہنے والا خود سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے، اس حدیث پاک کا میرے نزدیک ایک دوسرا معنی بھی ہے وہ یہ کہ کوئی شخص جمہور مسلمین اور عام اہل علم کی مخالفت کرے اور ایسی بات پیدا کرے جو جمہور کی بات کے خلاف ہو پھر اس معاملہ میں جمہور کا انکار اور ان پر طعن کرے، جیسا کہ حضور نے فرمایا تم سواد اعظم کی پیروی کو لازم پکڑو، اور حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ جس چیز کو مومنین پسند کریں وہ اللہ کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے۔

جد محترم کی یہ بات پوتے کے حق میں کتنی صادق آتی ہے۔

تقویت الایمان میں جگہ جگہ جمہور کے مخالف راہ اختیار کی گئی ہے اور آیات و احادیث کے تحت ان کے ترجموں اور فوائد کے عنوانات سے جو کچھ تحریر کیا گیا ہے وہ نہ ان آیات سے کوئی تعلق رکھتا ہے، نہ احادیث سے جس کا بیان اوپر کافی وضاحت سے کو ہو چکا:

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

مثال کے طور پر آیت کریمہ: "و اذن فی الناس بالحج یأتوك رجالاً" (۱۴۴)

ترجمہ:- (اور لوگوں میں عام حج کی ندا کر دے وہ تیرے پاس حاضر ہونگے)

اس آیت کے فوائد کے ذیل میں ایک طولانی تمہید اور لا طائل کلام کے بعد لکھتا ہے ''کسی قبر یا مکان کا طواف کرنا یا اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا یعنی وہاں کا شکار نہ کرنا درخت نہ کاٹنا، گھاس نہ اکھاڑنا اور اس قسم کا کام نہ کرنا شرک ہے (۱۴۵)

صاحب رسالہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ ان آیات سے تو یہ حکم ثابت نہیں ہوتا ہے پھر یہ علی الاطلاق شرک کا حکم لگانا کیسے درست ہو سکتا ہے، حالانکہ مدینہ طیبہ علی

(۱۴۴) سورۃ الحج، آیت ۲۷

(۱۴۵) تقویت الایمان: ص ۳۲، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند

صاحبہا الصلوۃ والسلام کا حرم ہونا ثابت ہے(۱۴۶) بے ساختہ اس نے کہا کہ جو مدینہ

(۱۴۶) اس سلسلہ میں بکثرت احادیث صحیحہ وارد ہیں- یہاں چند کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے-
الف: عن عبد الله بن زید ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان ابراهیم حرم مکة و دعیٰ لاهلها وانی حرّمت المدینة کما حرم ابراهیم مکة
(ترجمہ:-حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا تھا، اور مکہ والوں کے لئے دعا کی تھی، اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں جیسا کہ حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا تھا-
☆بخاری: کتاب البیوع :باب برکة صاع النبی و مدهم
☆مسلم: کتاب الحج باب فضل المدینة
☆ مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۴۰، مؤسسہ قرطبہ، قاہرہ
ب: عن انس رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال المدینة حرم من کذا الی کذا لایقطع شجرها-
ترجمہ:-حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ فلاں مقام سے فلاں مقام تک مدینہ حرم ہے، اس کے پیڑ کو نہ کاٹا جائے-
☆ بخاری: کتاب فضائل المدینة :باب حرم المدینة
ج: عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه قال قال النبی صلی الله علیه وسلم ان ابراهیم حرم مکة وانی حرمت المدینة مابین لابتیها لایقطع عضادها ولا یصاد صیدها
ترجمہ:-حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں، مدینہ کی دونوں پتھریلی جانبوں کے درمیان کسی درخت کو نہ کاٹا جائے اور نہ اس کے کسی جانور کا شکار کیا جائے) مسلم: کتاب الحج : باب فضل المدینة
د:عن ابی سعید الخدری قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اللهم ان ابراهیم علیه الصلوٰة والسلام حرم مکة فجعلها حرماً و انی حرمت المدینة حراماً ما بین مازمیها ان لایهراق فیها دم ولا یحمل فیها سلاح لقتال ولا یخبط فیها شجرة الالعلف
ترجمہ:-حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے اللہ ابراہیم علیہ

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

یااس کے صحرا کا ادب کرے اوراس کا نام حرم رکھے وہ بھی مشرک ہے، سائل نے پوچھا کہ صحابۂ کرام ادب کرتے تھے اور حضرت علی و دیگر صحابہ سے روایتیں جو اس وقت ذہن میں تھیں سنائیں- اسماعیل دہلوی نے کمال جرأت سے جواب دیا کہ اگر علی یا کوئی اور شرک کرے گا تو مشرک ہو جائے گا ہمیں کسی کے فعل سے کیا سروکار-

اس شخص نے احادیث صحیحہ جو مدینہ طیبہ کے حرم ہونے کے سلسلہ میں آئی تھیں کتابوں سے نکال کر دکھائیں اور کہا کہ وہ اختلاف (۱۴۷) جو ائمہ مجتہدین کے

بقیہ حاشیہ:

السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں اس کے دونوں پہاڑوں کے درمیان حرم ہے، یہاں خوں ریزی نہ کی جائے، نہ لڑنے کے لئے ہتھیار اٹھائے جائیں، چارہ کے علاوہ یہاں کے درختوں سے کسی اور غرض کے لئے پتے نہ توڑیں جائیں-

☆ مسلم: کتاب الحج: باب فضل المدینة

☆ سنن ابن ماجہ: باب فضل المدینة: عن ابی ھریرة

☆ سنن نسائی: کتاب الحج باب منع الدجال من المدینة

(۱۴۷) ائمہ کے درمیان مدینہ کے حرم ہونے میں جو اختلاف ہے وہ لزوم جزا میں ہے یعنی اگر کسی نے مدینہ کے درختوں کو کاٹا، یا وہاں جانور کا شکار کیا تو کیا یہ حرام قطعی ہے؟ اور کیا اس کی وہی سزا ہے جو حرم مکہ میں ایسا کرنے والے کی ہے؟ امام شافعی اور امام مالک اس کو حرام قطعی کہتے ہیں، جب کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایسا کرنا حرام نہیں ہے-

امام شافعی وغیرہ انہیں احادیث کو دلیل میں پیش کرتے ہیں جو گزشتہ حاشیہ میں ہم نے نقل کی ہیں، امام اعظم فرماتے ہیں کہ جن احادیث میں درختوں کو کاٹنے اور شکار کرنے سے منع کیا گیا ہے وہ تحریم کی بناء پر نہیں بلکہ مدینہ کی زینت کو برقرار رکھنے کے لئے ہیں، کیونکہ درختوں کے کاٹنے اور شکار کرنے کا ثبوت دوسری صحیح احادیث سے ملتا ہے اس لئے مدینہ منورہ مکہ مکرمہ کی طرح حرم نہیں- تفصیل کے لئے دیکھئے: امام نووی کی شرح مسلم: ج ا رص ۴۴۰، اصح المطابع، کراچی ۱۳۷۵ھ اور عمدۃ القاری: بدر الدین عینی ج ۱۰ رص ۲۳۰ ادارۃ الطباعة المنیریة القاھرة ۱۳۴۸ھ، اردو داں حضرات دیکھیں: شرح صحیح مسلم: علامہ غلام رسول سعیدی ج ۳ رص ۷۳۶،

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ

درمیان ہوا ہے وہ لزوم جزاء میں ہے، رہا ادب وتکریم وتعظیم تو اس میں کسی مجتہد نے تردد نہیں کیا ہے امام مالک کا ادب مدینہ تو مشہور ہے- دہلوی کے جد امجد شاہ ولی اللہ دہلوی ''انفاس العارفین'' میں اپنے والد ماجد کے مکتوب سے نقل فرماتے ہیں: امام مالک مدینہ کے کوچہ و بازار میں کبھی سوار نہیں ہوتے تھے اور جہاں کہیں پرانی اور بوسیدہ عمارت دیکھتے تھے تو اس کو بوسہ دیا کرتے تھے کہ شاید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر دست مبارک لگا ہو لیکن اسماعیل دہلوی نے ان سب باتوں کو سننے کے بعد بجائے اس کے کہ توبہ ورجوع کرتا، الٹا تاویلات اور توجیہات سے اپنی بات درست کرنے کے درپہ ہو گیا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شرک کے الگ الگ مراتب ہیں، حرم مدینہ کا ادب کرنا شرک اکبر نہیں ہے، بلکہ شرک اصغر ہے- لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم- اس شخص نے جواب میں کہا کہ شرک کے اسی قدر مراتب سے اصلاح کار ممکن نہیں، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ بعض شرک واجب ہیں، بعض مستحب ہیں، بعض حرام ہیں بعض مکروہ ہیں، بعض مباح ہیں اور بعض ائمہ کے درمیان مختلف فیہ ہیں-

اللھم بجاہ نبیك و حبیبك شفیع المذنبین سیدنا و مولانا محمد رحمة للعالمین صلی الله علیه وسلم ارحمنا یا ارحم الراحمین اللھم انا نتوسل الیك بنبیك و حبیبك محمد نبی الرحمة یا حبیبنا یا رسول الله انا نتوجه بك الی ربك فی حاجاتنا فاشفع لنا و کن لنا حامیاً عند ربك اللھم فشفعه فینا بجاھه عندك و محبته لدیك آمین آمین و صلی الله تعالیٰ وسلم علی خیر خلقه سیدنا و مولانا محمد رحمة للعالمین و آله الطاھرین و اصحابه الطیبین و اولیاء امته اجمعین سبحان ربك رب العزة عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد لله رب العالمین و آخر

بقیہ حاشیہ:
پور بندر، گجرات- یہ ایک اصولی اور فقہی اختلاف ہے، رہا مدینہ منورہ کا ادب واحترام تو اس میں کسی امام کا کوئی اختلاف نہیں ہے-

دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین-

یہ بھی عجیب حسن اتفاق ہے کہ جس وقت اس رسالہ کے ترجمہ سے فارغ ہوا تو وہی وقت وہی دن اور وہی تاریخ ہے، جب مصنف قدس سرہ نے اس دنیا سے پردہ فرمایا: یعنی ۲ر جمادی الاخریٰ بروز جمعرات بعد ظہر-فالحمد للہ-

اسید الحق
نزیل موضع رائے پور، ضلع فرخ آباد
بمکان برادرم آویز خاں قادری

تخریج وتحقیق کے مراجع ومصادر

۱:- قرآن کریم

۲:- اشعۃ اللمعات: شیخ عبدالحق محدث دہلوی، نول کشور، لکھنؤ ۱۲۹۰ھ

۳:- الاذکار: امام نووی، المطبعۃ الوہبیہ، قاہرہ ۱۲۹۳ھ

۴:- احیاء علوم الدین: امام غزالی، دارالمعرفہ، بیروت

۵:- اخطاء ابن تیمیہ فی حق رسول اللہ: ڈاکٹر محمود صبیح، دار جوامع الکلم، قاہرہ

۶:- ارشاد الساری: قسطلانی، مطبوعہ مصر ۱۳۰۲ھ

۷:- الاصابہ فی تمیز الصحابہ: ابن حجر عسقلانی، دارالجیل، بیروت ۱۹۹۲ء

۸:- الاتقان فی علوم القرآن: السیوطی، دارالفاروق الحدیثہ، قاہرہ ۱۴۱۵ھ

۹:- الادب المفرد: امام بخاری، مطبع خلیلی، آرہ ۱۳۰۶ھ

۱۰:- الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ابن عبدالبر، دارالجیل، بیروت ۱۴۱۲ھ

۱۱:- البدایۃ والنہایۃ: ابن کثیر، مکتبۃ المعارف، بیروت

۱۲:- الجوھر المنظم: ابن حجر مکی، دار جوامع الکلم، قاہرہ ۱۹۹۲ء

۱۳:- الحرز الثمین: ملا علی قاری، مطبع انوار محمدی، لکھنؤ ۱۳۰۶ھ

۱۴:- الحصن الحصین: امام جزری، مطبع انوار محمدی، لکھنؤ

۱۵:- الخصائص الکبری: السیوطی، دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدرآباد ۱۳۲۰ھ

۱۶:- الدر المختار: علاء الدین الحصکفی، مطبع امیریہ، قاہرہ ۱۳۰۲ھ

۱۷:- الرد المحکم المتین: عبداللہ صدیق الغماری، مکتبۃ القاہرہ، قاہرہ ۱۹۸۶ء

۱۸:- السنن الکبریٰ: البیھقی، دارالباز، مکہ مکرمہ ۱۹۹۴ء

۱۹:- الصارم المنکی: ابن عبدالھادی، المطبعۃ العامرہ الخیریہ، قاہرہ ۱۳۱۹ھ

۲۰:- العلوّ لعلیّ الغفار: الذہبی، تحقیق حسن سقاف، دارالامام، النووی، عمان ۱۹۹۸ء

۲۱:- الکامل فی التاریخ: الشیبانی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۱۵ھ

۲۲:- المحلی: ابن حزم ظاہری، دارالآفاق الجدیدہ، بیروت

۲۳:- المسامرۃ بشرح المسائرۃ: کمال ابن ابی شریف، امیریہ بولاق، مصر ۱۳۱۷ھ

۲۴:- المستدرک: حاکم نیشاپوری، دارالکتب العلمیہ، بیروت

۲۵:- المعجم الاوسط: طبرانی، دارالحرمین، قاہرہ ۱۴۱۵ھ

۲۶:- المعجم الصغیر: طبرانی، المکتب الاسلامی، بیروت ۱۹۸۵ء

۲۷:- المعجم الکبیر: طبرانی، مکتبۃ العلوم والحکم، الموصل ۱۹۸۳ء

۲۸:- المنتظم: ابن جوزی، دارصادر، بیروت ۱۳۵۸ھ

۲۹:- المواھب اللدنیۃ: امام قسطلانی، مرکز اہل سنت برکات رضا، گجرات ۲۰۰۱ء

۳۰:- انباہ الاذکیا فی حیاۃ الانبیاء: السیوطی، مطبع محمدی، لاہور

۳۱:- انوار الباری: سید احمد رضا بجنوری، مکتبہ ناشر العلوم، بجنور

۳۲:- تاریخ ابن خلدون: دارالقلم، بیروت ۱۹۸۴ء

۳۳:- تاریخ الخلفاء: السیوطی، مطبعۃ العامرہ، قاہرہ

۳۴:- تاریخ طبری: ابن جریر طبری، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۷۱ھ

۳۵:- تبیین کذب المفتری: زاہد الکوثری، المکتبۃ الازہریہ، قاہرہ ۱۹۹۹ء

۳۶:- تفسیر ابن کثیر: دارالفکر، بیروت ۱۴۰۱ھ

۳۷:- تفسیر بیضاوی: دارالفکر، بیروت

۳۸:- تفسیر جلالین: اصح المطابع ۱۲۸۶ھ

۳۹:- تفسیر روح البیان: اسماعیل حقی، المکتبۃ الاسلامیہ، استنبول ۱۹۲۸ء

۴۰:- تفسیر فتح العزیز: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، مطبع العلوم، دہلی ۱۲۶۷ھ

۴۱:- تفسیر کبیر: فخر الدین رازی، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ

۴۲:- تفسیر مدارک التنزیل: ابوالبرکات النسفی

۴۳:- تقویت الایمان: اسماعیل دہلوی، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند

۴۴:- جامع ترمذی

۴۵:- جذب القلوب الی دیار المحبوب: شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مطبع اندیان، کلکتہ ۱۲۶۳ھ

۴۶:- دفع شبہ التشبیہ: ابن الجوزی، دارالامام النووی، عمان ۱۹۹۱ء

۴۷:- دلائل النبوۃ: البیہقی

۴۸:- رفع المنارۃ: محمود سعید ممدوح، دارالامام الترمذی ۱۹۹۷ء

۴۹:- سنن ابن ماجہ: دارالفکر، بیروت

۵۰:- سنن ابی داؤد: دارالفکر، بیروت

۵۱:- سنن الدارمی: دارالکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ

۵۲:- سنن نسائی: مکتبۃ المطبوعات، حلب ۱۹۸۶ء

۵۳:- شرح ابن ماجہ: السیوطی، قدیمی کتب خانہ، کراچی

۵۴:- شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ والقبور: السیوطی، رضوی کتاب گھر، دہلی

۵۵:- شرح شفاء: ملا علی قاری، مطبع بولاق، مصر

۵۶:- شرح صحیح مسلم: علامہ غلام رسول سعیدی، مرکز اہل سنت برکات رضا، گجرات ۱۴۲۳ھ

۵۷:- شرح مقاصد: التفتازانی، دار المعارف النعمانیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ

۵۸:- شعب الایمان: البیہقی

۵۹:- صحیح ابن حبان: مؤسسہ الرسالہ، بیروت ۱۹۹۳ھ

۶۰:- صحیح ابن خزیمۃ: المکتب الاسلامی، بیروت ۱۹۷۰ء

۶۱:- صحیح بخاری

۶۲:- صحیح مسلم

۶۳:- ضیاء القرآن: پیر محمد کرم شاہ ازہری، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی

۶۴:- طبقات ابن سعد: دار صادر، بیروت

۶۵:- طرح التثریب فی شرح التقریب: حافظ عراقی، دار الکتب العلمیہ، بیروت

۶۶:- فتاویٰ خیریہ: خیر الدین رملی، مطبوعہ ارگ بازار، قندھار، افغانستان

۶۷:- فتاویٰ رشیدیہ کامل: رشید احمد گنگوہی، مکتبہ تھانویہ، دیوبند

۶۸:- فتح الباری: ابن حجر عسقلانی: دار المعرفۃ، بیروت ۱۳۷۹ھ

۶۹:- کتاب الشفاء: امام قاضی عیاض، مرکز اہل سنت برکات رضا، گجرات

۷۰:- مجمع الزوائد: الهیتمی، دارالریان للتراث، قاہرہ ۱۴۰۷ھ

۷۱:- مرقاۃ شرح مشکوۃ: ملاعلی قاری، فیصل پریس، دیوبند، ۲۰۰۵ء

۷۲:- مسند ابی عوانہ: دارالمعرفۃ، بیروت

۷۳:- مسند ابی یعلیٰ: دارالمامون للتراث، دمشق ۱۹۸۴ء

۷۴:- مسند احمد بن حنبل: مؤسسہ قرطبہ، قاہرہ

۷۵:- مسند البزار: مؤسسہ علوم القرآن، بیروت ۱۴۰۹ء

۷۶:- مسند الشامیین: ابوالقاسم طبرانی، مؤسسہ الرسالہ، بیروت ۱۹۸۴ء

۷۷:- مشکوۃ المصابیح: خطیب تبریزی، المکتب الاسلامی، بیروت ۱۹۸۵ء

۷۸:- مصنف ابن ابی شیبہ: مکتبۃ الرشید، الریاض ۱۴۰۹ھ

۷۹:- مصنف عبدالرزاق: المکتب الاسلامی، بیروت ۱۴۰۳ھ

۸۰:- معالم التنزیل: البغوی، دارالمعرفۃ، بیروت ۱۹۸۷ء

۸۱:- معتصر المختصر: ابوالمحاسن الحنفی، مکتبۃ المتنبی، قاہرہ

۸۲:- مؤطا امام مالک: داراحیاء التراث العربی، قاہرہ

فہرست مضامین

انتساب ۳
عرض ناشر ۴
ابتدائیہ ۵
تعارف مصنف ''علامہ عبدالحکیم شرف قادری'' ۹
مقدمہ از مصنف ۳۰
فصل اول ''احقاق حق'' از صفحہ ۳٦ تا صفحہ ۹٦
تشہد میں حضور ﷺ سے خطاب ۳٦
تشہد کے سلسلہ میں ایک شبہ ۴۳
شبہ کا پہلا جواب ۴۴
دوسرا جواب ۴۴
تیسرا جواب ۴٦
صلاۃ وسلام کے بعض خصوصی اوقات ومقامات ۵۰

حدیث پاک "لاتجعلوا قبری عیداً" کی تشریح ۵۱
دعا میں حضور ﷺ کا وسیلہ ۵۳
مدد کے لئے اللہ کے بندوں کو پکارنا ۵۸
حضور ﷺ ہر امتی کے سلام کا جواب دیتے ہیں ۶۳
حضور ﷺ قبر میں امت کے احوال سے واقف ہیں ۶۶
حضور ﷺ کے نام کی برکت ۷۲
حضرت زید بن خارجہ کا حیرت انگیز واقعہ ۷۴
نعت پاک میں صحابہ کے بعض اشعار ۷۶
یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ ۸۱
مردے سنتے ہیں ۸۴
انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں ۹۲
قبر انور سے آذان کی آواز ۹۵
روح کی تحقیق ۹۶
فصل دوم ''ابطال باطل'' از صفحہ ۱۰۲ تا صفحہ ۱۴۶
دعا اور پکارنے میں فرق ۱۰۳
تفسیر میں آیت کے مورد نزول کی اہمیت ۱۰۵
تقویت الایمان کی پہلی عبارت ۱۰۹
پہلی عبارت کا رد ۱۱۱
تقویت الایمان کی دوسری عبارت ۱۱۷

دوسری عبارت کارد ۱۱۷

تقویۃ الایمان کی تیسری عبارت ۱۲۰

تیسری عبارت کارد ۱۲۱

تقویۃ الایمان کی چوتھی عبارت ۱۲۷

چوتھی عبارت کارد ۱۲۷

تقویۃ الایمان کی پانچویں عبارت ۱۲۹

پانچویں عبارت کارد ۱۳۰

تقویۃ الایمان کی چھٹی عبارت ۱۳۲

چھٹی عبارت کارد ۱۳۴

تقویۃ الایمان کی ساتویں عبارت ۱۳۸

ساتویں عبارت کارد ۱۳۸

خاتمہ ۱۴۶

فہرست مراجع ومصادر ۱۴۷

فہرست مضامین ۱۵۲

فہرست مضامین حاشیہ

اس کتاب کی وجہ تالیف حاشیہ ۴

التحیات میں "السلام علیك ایها النبی" کی تحقیق ۱۲

حدیث توسل کی تخریج ۳۱

طبرانی کی موقوف حدیث کی تحقیق	۳۲
حدیث "اعینونی یا عباد اللہ" کی تحقیق	۳۷
حدیث عرض اعمال کی تحقیق	۴۷
سماع الاموات کی تحقیق	۷۱
تقویت الایمان میں تحریف	۱۰۰
روایت "یا ساریۃ الجبل" کی تخریج	۱۱۹
حدیث "اطیط عرش" کی تحقی	۱۳۱
احادیث "تحریم مدینہ"	۱۳۶
تحریم مدینہ میں ائمہ کا اختلاف	۱۴۷

تاج الفحول اکیڈمی بدایوں کی

عنقریب منظر عام پر آنے والی کتابیں

۱- عقیدۂ شفاعت: کتاب وسنت کی روشنی میں

تصنیف: سیف اللہ المسلول سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی

تسہیل، تخریج، تحقیق: مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

۲- اختلافی مسائل پر تاریخی فتویٰ

مستفتی: بادشاہ سراج الدین بہادر شاہ ظفر بادشاہ غازی

جواب: سیف اللہ المسلول سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی

تسہیل وتحقیق: مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

تصنیفات: مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

۳- قرآن کریم کی سائنسی تفسیر: ایک تنقیدی مطالعہ

۴- حدیث افتراق امت: تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں

۵- جدید عربی محاورات وتعبیرات

۶- احادیث قدسیہ

۷- اسلام، جہاد اور دہشت گردی: (اردو، ہندی، انگلش)

۸- اسلام اور خدمت خلق (اردو، ہندی، انگلش)

ناشر: تاج الفحول اکیڈمی بدایوں

تقسیم کار: مکتبہ جام نور دہلی